جلد دوم

# گردش آفاق

## حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان، خونی تلوار وغیرہ

مصنف
جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری


## لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

انقلاب سٹیم پریس جنگڑ محلہ روڈ لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

# قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت ۶ہے ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی پی پیشگی آنی چاہئے۔ ما بعد یا شستما ہی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ سراغرسانی کے بھی مستقل خریدار ہیں۔ ان سے بطور رعایت صرف ۵ روپے سالانہ لیا جائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی اکٹھی وصول کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) مہیا کئے جائیں گے۔

۳۔ سالقہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آیندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بونا فائڈ آرڈر سمجھکر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینے کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے ممکن ہے چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آجانی چاہئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینے کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کرکے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ کے گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آیندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

باقی دیکھو سرورق صہ۳

حیرت انگیز مسلسل ناول

# گردش آفاق

ساتویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

## جوزف ولمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

# حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے رینالڈس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کے لئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس صیغہ کے مترجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں پس اگر آپ کو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمائیے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| خونی ہیرا | انقلاب یورپ | شریف بدمعاش | چلتا پرزہ |
| خونی چراغ | نقلی نواب | منزل مقصود | بحر فنا |
| سراب زندگی | آتشی کتا | سنہری بچھو | ڈاکٹر نکولا |
| انمول ہیرا | انصاف | شاہی خزانہ | تلاش اکسیر |
| نولکھا ہار | گمنام مسافر | مطلبی دنیا | نور ظلمات |
| ہیروں کا بادشاہ | لعل شب چراغ | نازک کٹار | تبدیل قسمت |
| خنجر بیداد | قاتل ہار | کارنامجات شرلک ہومز | مصری جادوگر |
| مہر خاموشی | آزادی | سنہری لاش | کارنامجات آرسین لوپین |
| ... | مقدس جوتا | کرنی کا پھل | ... |

اس سلسلہ کا اگلا ناول خونی چکر خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور ناول پیلا ہیرا، خونی پتلا، ستارہ یورپ۔ چڑیا کی ٹکی وغیرہ شائع ہوں گے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ ادنیٰ قسم کے ایک یا دو پیسے قیمت کے لچر ناولوں کے ترجمے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا نچوڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدر دانی کریں

# گردشِ آفاق

## دورِ اول

## ساتویں جلد

### باب - ۴۰ (بقیہ)

اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اس زمانہ میں جب میں نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔ وہی
اس کے بالوں کی ملگجی تلی چاولی رنگت۔ وہی اس کی گچھے دار بھووں میں چھپی ہوئی دیڑل اور
سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی۔ خوفناک جاں فرسا آنکھیں اور وہی کالا لباس۔ البتہ اس دفعہ
پر میں نے دیکھا کہ اس کی ٹوپی کے گرد سیاہ کریپ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ جو غالباً بدنصیب
وائیولٹ کی موت کے لئے سوگ کی نشانی تھی۔ اس نے حسب معمول اپنے بوٹوں کے چوڑے تسموں کو
بو کی صورت میں باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے بھاری چوڑے ہاتھ ڈھیلے سیاہ کڈ لیدر کے دستانوں
میں پوشیدہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پہلے ہی مجھ کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ جب میری نگاہ اس کی طرف
گئی۔ تو اس کی آنکھیں عجیب طرح کی سرد متجسس نظروں سے جن کا مقابلہ میں پھر ایک بار سانپ
کی خوفناک سحر آمیز نگاہ سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری طرف گھور رہی تھیں۔ اسی طرح چند
لمحوں تک وہ میری طرف دیکھا کیا اور میں اس دوران میں بدحواس و سراسیمہ چپ چاپ اپنی جگہ
پر کھڑا رہا۔ اتنی وحشت مجھے اس کے رو برو آجانے سے ہوئی جس کا وہم بھی اس وقت تک اس سے
ناگہاں ملنے کے امکانی خیال سے مجھ کو نہ ہو سکتا تھا۔

"آہ جوزف" دفعتاً اس نے ایک عجیب طرح کی نرم آواز سے کہنا شروع کیا۔ جو میرے لئے بالکل نئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ اور انداز میں اگر واقعی ایسا ہونا ممکن سمجھا جا سکتا ہے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی "تم کیا پھر لندن آ گئے؟ اور کب آئے؟ ... چپ کیوں کھڑے ہو۔ کیوں نہیں مجھ سے ہاتھ ملاتے؟ کیا میں تمہارا ماموں نہیں ہوں؟ اس سے پہلے بیشک تم نے بعض موقعوں پر مجھ سے سرکشی کی ہے۔ تاہم میں ان خطاؤں کی یاد کو مدت گذری دل سے محو کر چکا ہوں"۔

پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ اس سے برملا کہہ دوں کہ آپ شائد ان واقعات کو بھول گئے ہوں۔ تاہم میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ اگر میں نے اس زمانہ کے متعلق جب میں اس کے گھر سے فرار ہوا تھا۔ اس کے قاتلانہ ارادوں سے واقف ہونے کا ثبوت دیا تو یہ بالواسطہ اس کو اس راز سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ کہ انیبل نے اس کی گفتگو چھپ کر سنی تھی۔ اور اسی کی معرفت یہ اطلاع میرے کانوں تک پہنچی۔ پس یہ سوچکر کہ اس طرح بیخبری میں منہ سے نکلے ہوئے چند الفاظ کس قدر پُراہمیت اور دور رس ثابت ہو سکتے ہیں میں نے دفعتاً ان کو روکا۔ یعنی اس جواب کو ضبط کیا۔ جو نوک زبان پر تھا۔ اور محض اس کے شبہات رفع کرنے کو مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس طرح ہلایا کہ اگر کوئی اجنبی دیکھنے والا ہوتا۔ تو یقینی طور پر اس کو ہمارے دوستانہ تعلقات کا ثبوت تصور کرتا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ محض اس کا ہاتھ لگنے سے ہی (گو وہ ہاتھ دستانہ میں چھپا ہوا تھا) سردی کی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصہ سے ہوتی ہوئی نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا گویا وہ میرے ہاتھ کو ایک بار پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور اس حالت میں مجھکو اپنے ساتھ گھسیٹ کر لیجانا چاہتا ہے لیکن جب میں نے ارد گرد نظر ڈالی جب لاتعداد آدمی سر بازار ادھر سے ادھر جاتے اور آتے نظر آئے۔ نیز جب میں نے سوچا کہ یہ واقعہ دن کی روشنی اور اس شہر غدار کے ایک وسطی بازار میں پیش آرہا ہے۔ جس کو صدر مقام عالم کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی چیخ کی ایک آواز سمت سے لوگوں کو آن واحد میں میری امداد کے لئے جمع کر سکتی ہے۔ تو میری

گری ہوئی ہمت بحال ہونی شروع ہوئی۔ اور میں یہ سوچکر خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہونے لگا کہ مجھ ایسے بالغ نوجوان کو اس مردکوزہ پشت ضعیف کی طرف سے کس طرح کا خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اور کیوں مجھے اس کی طرف سے اتنا ہراساں ہونا چاہئیے۔ لیکن جب اس کے مقابلہ میں اس کے مزاج آتشین کا حال یاد آیا جب میں نے اس کی شرانگیزیوں اور بے رحمانہ سازشوں کا حال جانتے ہوئے اس کی ظاہری صورت کے مسکراہ کا خیال کیا۔ تو آخری نتیجہ جس پر پہنچا یہی تھا کہ میں تو کیا کوئی آدمی بھی ہو۔ وہ ایک اس طرح کے بدصورت زشت سیرت سازشی انسان کی موجودگی سے یقینی طور پر خائف ہو سکتا ہے۔

" جوزف! اتنے میں وہ پھر بولا" تم نے تھوڑے ہی عرصہ میں خوب ترقی کی ہے۔ اب تم دراز قد نوجوان ہو۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت وجیہہ اور خوبصورت نظر آتے ہو۔ فی الحقیقت ایسا شکیل لڑکا جیسے تم ہو۔ میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ اور آئندہ میں کبھی کسی بُرے خیال کو تمہارے برخلاف دل میں جگہ نہ دوں گا۔ گذرے ہوئے واقعات کی یاد ہمیشہ رنجدہ ہوتی ہے۔ تاہم میں اپنی صفائی میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پہلے موقعہ پر ہر طرح کی پیش دستی تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ چنانچہ جس روز میں نے تمہیں کوٹھڑی میں بند کیا تو یاد ہوگا کہ تمہیں نے پہلے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ تم اس روز بھاگے کیوں تھے"؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک عجیب طرح کی تیز اور متجسس نظر سے میری طرف دیکھنا شروع کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ ان تنگ آنکھوں کی تہ میں چھپی ہوئی ہیبت انگیز روشنی سوئی کی نوک کی مانند میرے بدن میں چبھتی جا رہی تھی۔

" چونکہ میرا خیال تھا آپ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا ۔ اس لئے میں مجبوراً رخصت ہوگیا!" میں نے اب بھی قدر دلیری کے ساتھ جواب دیا۔" آپ ہی خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ رہکر مجھے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ وہاں سے میرا فرار ہونا قدرتی تھا۔"

" تکلیف!... تم کو؟" مسٹر لینوور نے پہلے سے بہت نرم آواز میں کہنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ میں بھی نرمی پیدا ہوگئی" جوزف معاف کرو۔ یہ تمہاری غلطی ہے

تم اگر سوچو تو یاد آ جائیگا۔ کہ اس یوم خاص تک میں نے زیادہ سے زیادہ نرمی تمہارے ساتھ برتی تھی۔ لیکن جب اس کے بعد۔ ۔ ۔ تاہم خیر۔ اس ذکر کو جانے دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں" اور اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس خیال سے مطمئن ہے۔ کہ میں اس کے قاتلانہ ارادوں سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ جتنا پہلے اس کو احتمال تھا۔" آؤ بازار میں چلتے چلتے گفتگو کریں گے غالباً تھوڑی دیر پہلے تم مسٹر اور مسز ہاورڈ سے گفتگو کر رہے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟" اور ایک مرتبہ پھر اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں یہ صحیح ہے" میں نے آلڈرس گیٹ سٹریٹ کی سمت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"اور کیوں بھلا وہ کیا باتیں تھیں۔ جو تم میں ہوئیں۔ میرا خیال ہے وہ ضرور کچھ بے تکلفانہ گفتگو تھی۔ کیونکہ مجھکو معلوم ہے وہ دونوں بہت نیک ہیں اور کبھی اظہار تکبر نہیں کرتے۔"

"مجھ سے ان کی گفتگو بڑی عنایت آمیز تھی" میں نے جواب دیا۔

"جوزف میرے عزیز" مسٹر لیوڈر نے پھر ایک بار میری طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "جس طرح کے مختصر جواب تم مجھے دے رہے ہو۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ابھی تک میرے برخلاف تمہارے دل میں کچھ نہ کچھ رنج و کدورت باقی ہے۔ افسوس! تم نہیں جانتے۔ کہ میں شروع ہی سے تمہارا دوست اور بہی خواہ بنکر رہنا چاہتا تھا اور میری واحد آرزو یہ تھی کہ کسی طریقہ پر تمہاری امداد کروں مگر اس دنیا میں کون بشر خامیوں سے خالی ہے؟ بدقسمتی سے میں بھی کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہوں اور ان کا حال سب سے بہتر خود مجھکو معلوم ہے۔ لیکن یہ مزاج کی کڑواہٹ جو میرا سب سے بڑا عیب ہے۔ حقیقت میں محض سطحی ہے۔ یعنی میری نیت بری نہیں۔ ظاہر میں کتنا ہی تلخ گو سمجھا جاؤں۔ باطن میں میرا دل بالکل صاف ہے۔ پس اگر اتنی ہی شکایت تمہیں مجھ سے ہو کہ میں تم سے نرمی سے پیش نہیں آیا۔ تو اس کے لئے میں رعایت کا حقدار ہوں جس زمانہ میں تم میرے مکان پر رہتے تھے۔ تو میں تمہارے مستقبل کے بارہ،

میں بڑی بڑی امیدیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں یہ سوچکر خوش ہوتا تھا کہ تمہارے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ رشتہ جو پہلے سے ہمارے درمیان قائم ہے۔ زیادہ قریبی اور مضبوط بن جائے گا۔۔"

حیران و ششدر میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔ کیا اس اشارہ کا وہی مطلب تھا۔ جو میں نے سمجھا۔ یا مجھی کو غلط فہمی ہوئی تھی؟ محض اس بات کا خیال کر کے شائد اس کا اشارہ میرے اینبل سے شادی کرنے کے امکان کی طرف تھا۔ میرا دل راحت و امید سے بھر گیا اور اتنی خوشی مجھ کو ہوئی کہ میں اس کے اثر میں اس حقیقت کو بھی بھول گیا کہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دینے کی خواہش رکھتا تھا تو پھر کیوں اسی رات اس نے جب میں اس کے مکان سے فرار ہوا میرے برخلاف قتل کے منصوبے سوچے تھے؟

"جوزف" وہ اب نئی طرح کی دردناک اور پر حسرت آواز سے کہہ رہا تھا: "میری دلی خواہش یہ تھی کہ مناسب وقت گذر جانے کے بعد میں تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کر لوں اور اپنی عزیز بیٹی اینبل تم سے بیاہ دوں۔۔۔ آہ تم نہیں جان سکتے کہ اس وقت کے بعد اس کی صورت میں کتنی خوشگوار تبدیلی ہوئی ہے۔ اب وہ کمسن لڑکی کے درجہ سے نکل کر عہد شباب میں قدم رکھنے لگی ہے اور میں اس کی ذات پر بے حد فخر کرتا ہوں۔"

میں چپ تھا۔ سخت حیران کہ کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ امید و بیم کی مشترک حالت میرے سینہ میں طوفان تلاطم پیدا کر رہی تھی اور ذہنی اضطراب کا یہ عالم کہ میرے لئے کسی طرح کی صحیح رائے قائم کرنا بالکل دشوار تھا۔ منہ سے ایک لفظ تک کہے بغیر میں اس بیم و رجا کی الجھن میں جس میں امید کا اثر غالب تھا اس کے ساتھ ساتھ آگے ہی آگے چلتا گیا۔

"اور کیوں جوزف کیا تم کبھی اینبل کو یاد کیا کرتے تھے؟" اس نے اپنی تنگ آنکھیں میرے چہرہ پر گڑو کر دفعتاً پوچھا جس سے شرم کی سرخی بے اختیار میرے رخساروں پر پھیل گئی۔ "ٹھہرو میں یاد کر لوں!" اس نے پرخیال انداز سے کہا: "تم کو آخری بار اینبل سے ملے ڈھائی سال کا عرصہ ہو گیا!" جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ تھا کہ وہ ان ملاقاتوں سے جو ہمارے درمیان

انگلینڈ اور سالسبری میں دی تھیں بالکل لاعلم تھا۔" ڈھائی سال کا عرصہ کافی لمبا ہوتا ہے اور انیبل کی صورت میں اس نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ یقین کرو۔ جوزف اس کے باپ کی حیثیت میں میں اس کی ذات پر بہت فخر کرتا ہوں۔"

پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ مگر میں اب تک ایسا بدحواس و سراسیمہ تھا کہ نہ اس کی نگاہ اور نہ الفاظ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکا۔ ان واقعات کے نادانستہ نئی صورت اختیار کرنے سے میرے جی کو اس قدر پریشانی تھی کہ میں جواب میں ایک لفظ تک کہنے کے ناقابل تھا۔

" جوزف مجھ کو پوری امید ہے۔" مسٹر لینوور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ تم اس کو بھولے نہیں ہو اور غالباً پھر ایک بار اس سے ملنا پسند کرو گے۔"

میں چونکا اور چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اس وقت میری نگاہ راحت و امید کی کشش سے بے اختیار اس کے چہرہ کی طرف گئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میں نے اندازِ تنفر سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں۔ کیونکہ ان خوفناک خونی سازشوں کی یاد جو اس نے میرے برخلاف کی تھیں اس طرح آن واحد میں تازہ ہو گئی۔ جیسے بجلی ابر سیاہ سے نکلکر چمک جاتی ہے۔ ہرچند وہ اس وقت نرمی اور عنایت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تاہم اس یاد کے تازہ ہوتے ہی میں اپنے جی میں اس کے برخلاف بدترین شبہات کو جگہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"سنو جوزف" مسٹر لینوور نے پھر ایک بار کہنا شروع کیا۔" آیندہ میں تمہارے افعال پر کسی طرح کی نگرانی نہ کروں گا۔ فی الحقیقت مجھے اس بات کا سخت ہی رنج ہے۔ کہ میں نے کبھی تم پر جبر کیا۔ بہرحال گذشتہ سختیوں کی تلافی کے طور پر میں جہانتک ممکن ہوگا تم سے نرمی برتونگا میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودہ حالت کیسی ہے کیونکہ تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم آسایش و فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اس سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ہے اور تم اگر لندن میں رہتے ہوئے پھر ایک بار انیبل اور اس کی ماں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ تو میں کھلے دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایک دفعہ پھر ناقابل ضبط خوشی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار ہوئے اور میرا خیال ہے۔ کہ مسٹر لینیوور نے ضرور ان کو دیکھ لیا ہوگا کیونکہ جلدی ہی اس نے کہا۔

"افسوس" اس کا لہجہ سابق کی طرح غمناک تھا۔" افسوس اب ہیں اگر اس بات کی خواہش بھی رکھوں تو تمہیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ بارہا یہ سوچکر میرے دل کو نا اُمیدی ہونے لگتی ہے۔ کہ شائد اب تم انیبل سے شادی بھی نہ کرو۔ کیونکہ جوزف اب ہم غریب ہیں ... بے حد غریب ہیں۔ کئی طرح کی مصیبتوں نے ہم کو گھیر رکھا ہے۔ حالانکہ تم جیسا کہ تمہاری صورت ظاہر کرتی ہے۔ ہر طرح آسودہ اور خوشحال ہو"

"اُف میرے خدا مسٹر لینیوور! کیا یہ ممکن ہے ؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچکر درد اذیت کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ کہ اس وقت جب میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہوں میری قابل پرستش انیبل اور اس کی نیک نہاد ماں سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں۔

"آہ میرے عزیز" مسٹر لینیوور نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا" میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا ہماری حالت واقعہ میں بے حد خراب ہے ؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دوسری طرف کو منہ پھیر کر اپنے کوٹ کی آستین کو اس طرح آنکھوں کے پاس پھیرا۔ گویا آنسوؤں کے قطرے پونچھنا چاہتا تھا۔" جوزف میں سالہا سال اس دنیا میں رہکر بڑی جد وجہد کی ہے۔ بارہا میں اُبھرا اور کئی بار رفتار زمانہ سے تحت الثریٰ میں گرا ہوں لیکن اب کی بار میری حالت بے حد زار ہے۔ وہ تو سچ پوچھو ہماری گذر اوقات بھی محض اس طرح ہوتی ہے۔ کہ انیبل کو صبح سے لیکر رات تک اور رات سے لیکر صبح تک سوئی ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہنا پڑتا ہے ..."

"آہ۔ بدنصیب انیبل!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرے دل کو اس بیان سے سخت ہی صدمہ پہنچا تھا۔

"اس کی بدنصیبی میں کیا کلام ہے" مسٹر لینیوور نے میرے لفظوں کو سنکر جواب دیا۔

"افسوس ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو دن رات اس قدر محنت شاقہ پر مجبور ہونا پڑتا ہے اس کا اثر یقیناً اس کی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لیکن ... مجبوری ہے!"

"نہیں نہیں!" میں نے حالت جوش میں اس حقیقت کو نظرانداز کرکے کہ ہم اس وقت سر بازار چل رہے ہیں، پر دحشت انداز سے کہا "میں یہ حالت نہیں دیکھ سکتا میری موجودگی میں وہ کیوں اتنی محنت کرے۔ کیونکہ محنت کرنا میرا اپنا فرض ہے۔ اوہ مسٹر لینیودر۔ اینبل کی یاد ہر وقت میرے دل میں رہی ہے میں کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو نہیں بھولا ہوں۔ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے جو دوستی ہم میں ہوئی تھی۔ وہ پختہ ہو کر گہری محبت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بے شک وہ میری معبود ہے اور میں اس کا پرستار ہوں"۔

آہ میرے عزیز جوزف" گیرڑے نے اس انداز سے کہنا شروع کیا۔ گویا وہ میرے لفظوں سے بہت متاثر ہوا ہو" میری خوش نصیبی ہے کہ اس طرح کے الفاظ تمہاری زبان سے سنتا ہوں لیکن نہیں میں تمہیں اینبل سے ملنے کے لئے ساتھ لیجانا نہیں چاہتا تم اس کی ... ہماری بگڑی ہوئی حالت دیکھکر بہت دکھی ہوگے تمہارے جی کو اس مکان کی زار حالت دیکھکر جس میں ان دنوں ہم رہتے ہیں۔ بھاری صدمہ پہنچیگا ..."

"تو کیا اب آپ لوگ گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر نہیں رہتے؟" میں نے جوش میں بھر کر پوچھا۔

"افسوس نہیں۔ کئی مہینوں کا کرایہ ادا نہ ہونے سے مالک مکان نے ہم کو نکال دیا۔ جو قیمتی سامان ہمارے پاس تھا ضبط کر لیا۔ اور اب ہم مجبور ہو کر بڑی ردی حالت میں ایک نہایت ادنےٰ مکان میں رہتے ہیں۔ جہاں صرف دو کمرے ہمارے پاس ہیں اور اسباب کی قسم سے کوئی چیز موجود نہیں۔ اس جگہ ہمارے ہمسائے بھی ادنےٰ درجہ کے لوگ ہیں ..."

مسٹر لینیودر کے ان دردناک لفظوں کو سنکر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اب میں وہ سب بدسلوکیاں جو عہد ماضی میں اس شخص نے مجھ پر کی تھیں بھول گیا

صرف وہ درد انگیز نظارہ جو اس نے پیش کیا میری نظروں کے سامنے تھا اور میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "خدا کے لئے ماموں جان مجھے اپنے ہمراہ مکان پر لے چلئے اور اجازت دیجئے کہ جہاں تک میرے بس میں ہے آپ کی مدد کروں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس خیال سے میرے سینہ میں خوشی کی پیدا ہوگئی کہ خدا کے فضل وکرم سے میرے پاس اس وقت اتنی نقدی موجود تھی جس سے میں ان لوگوں کی کافی امداد کرسکتا تھا۔

"بہت اچھا... تم اگر اتنا اصرار کرتے ہو... تو میں مجبور ہوں" مسٹر لینیوور نے رکتے ہوئے جواب دیا "مگر میں پھر ایک بار کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم اگر میرے ساتھ نہ چلو تو بہتر ہے کیونکہ غریبی اور مصیبت کا نظارہ ہر حال میں باعث رنج وتکلیف ہوتا ہے۔ ایک طرف میری غریب بی بی بستر مرگ پر پڑی ہے۔ دوسری جانب ایمیلی دن رات کی سخت مشقت سے اپنے پہلے وجود کا محض سایہ رہ گئی ہے اس کے علاوہ جب میں سوچتا ہوں کہ میں نے اپنی بدنصیب بی بی کے متعلق فرائض ازدواج کو پوری طرح ادا نہیں کیا اور خیال آتا ہے کہ ایمیلی اس طرح کے بدلے ہوئے حالات میں تم سے ملکر شرمسار ہوگی تو میں یہی بہتر سمجھتا ہوں..."

"لیکن ایمیلی کو مجھ سے شرمسار ہونے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے جلدی سے کہا "کیا میں اس کا... آپ لوگوں کا قریبی رشتہ دار نہیں ہوں؟ اس کے علاوہ کیا میں اس کے نیک اوصاف سے پوری واقفیت نہیں رکھتا؟ نہیں نہیں میرے روبرو اس کے شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقعہ پر میرا یہ فرض ہے کہ حسب توفیق اس کی امداد کروں"۔

"جوزف مجھکو بار بار نہ کرتے شرم آتی ہے" مسٹر لینیوور نے آخرکار کہا "تم اگر ضرور ہی میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو اس طرف کو آجاؤ"۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ سڑک کے دوسری جانب کو مڑا اس جگہ تین چار سیڑھیاں چڑھکر ہم ایک طرح کے کھلے احاطہ میں پہنچ گئے جس کا نام "وسینٹ مونٹ لینیڈ بلڈنگز" معلوم ہوا جس کے بعد مسٹر لینیوور نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے مجھ سے کہا "جوزف جیسے تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ہم کو ان لوگوں میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جو بیحد غریب ہیں۔

ادھر آؤ میرے عزیز مکان اب بالکل قریب ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انیبل ہمیں دیکھ کر ضرور خوش ہوگی یہ تمہاری بڑی مروت ہے کہ تم اس مصیبت میں ہم سے اس قدر ہمدردی کرتے ہو اور مجھے یہ سوچ کر بار بار ندامت ہوتی ہے کہ کیوں میں نے سابقہ موقعہ پر تم سے بدسلوکی کی ... بس ہاں اس طرف"۔

ہم ان عمارات کے آخری سرے تک پہنچ چکے تھے جن کا نام وسٹ مورلینڈ بلڈنگز مشہور تھا۔ اس سے آگے ایک تنگ گلی داہنی طرف کو جاتی تھی۔ اس میں داخل ہو کر ہم بائیں جانب کو مڑے اور اس سے تھوڑی دور آگے پھر ایک بار بائیں طرف کو مڑ کر ایک اور احاطہ کے محراب دار دروازہ کے پاس جا پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس جگہ کو ایلبین بلڈنگز کہتے ہیں یہاں پر جس قدر مکانات مجھ کو نظر آئے بہت ادنے اور کثیف، اور ان کے رہنے والے غریبی کا بدترین نمونہ تھے لیکن اس ادنے مقام پر چلتے ہوئے میرے جی میں اپنی سلامتی کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا۔ میری نگاہ خیال میں انیبل کی اس تصویر پر لگی ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے ہی تنگ اور گندے مکان میں سلائی کے کام پر جھکی ہوئی دن رات محنت کرتی ہے تاکہ اپنے والدین کے گذارہ لائق چند پیسے کما سکے اس کے چند لمحے بعد مسٹر لینوور داہنی طرف کے ایک مکان کے دروازہ پر ٹھہر گیا اور اس پر دو بار دستک دی ایک نہایت ادنے لباس کی بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کے بارہ میں میں نے خیال کیا کہ وہ اس گھر کی مالکن ہوگی۔

"یہ لڑکا میرا بھانجا ہے"۔ مسٹر لینوور نے ایک لحظہ اس عورت کے پاس ٹھہر کر آہستگی سے کہا "بہت نیک لڑکا ہے اور اب اپنی ممانی اور ماموں زاد بہن سے ملنے آیا ہے آہ مسز ہارٹلے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بدنصیب مسز لینوور کس قدر تکلیف و مصیبت سے زندگی کے دن پورے کرتی ہے اور کس طرح میری بھولی لڑکی دن رات کی محنت سے اپنی صحت برباد کرنے پر مجبور ہے"۔

"ہاں صاحب مجھے اچھی طرح معلوم ہے" عورت نے آنچل کا ایک سرا آنکھوں سے لگاتے ہوئے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

"آؤ جوزف" مسٹر لینوورنے آہ بھر کر کہا "جتنی شرم اس ادنےٰ مکان پر تم کو لاتے ہوئے مجکو ہوئی ہے اس کو میرا جی ہی بہتر جانتا ہے۔"

"خیر آپ اس کا ذکر جانے دیں" میں نے کسی قدر بےصبری کے ساتھ کہا کیونکہ اب میں جسقدر جلد ممکن ہو مکان کے اندر پہنچکر اینبل سے جوش محبت کے ساتھ بغلگیر ہونا چاہتا تھا اور ان لفظوں کے بعد جو اس کے باپ نے رستہ میں کہے تھے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مجھے اس سے ہم آغوش ہونے کا حق حاصل ہے۔

ہم آگے پیچھے چلتے ایک تنگ و تاریک زینہ پر چڑھے لیکن وہ اس جگہ بھی جہاں پہلی منزل کی سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں نہ ٹھہرا بلکہ اور آگے دوسری منزل پر چڑھنے لگا۔ مگر اس مقام کی طرف اس کے پیچھے جاتے ہوئے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کتنا بھاری صدمہ مسٹر لینوور اور اینبل کو گریٹ رسل سٹریٹ کے خوش نما آراستہ مکان سے اس تنگ و تاریک غار میں اُٹھ آنے سے جس کی ہوا اتنی کثیف اور گرد و نواح کے حالات اس درجہ قابل نفرت تھے۔ پہنچا ہوگا۔

"اندر آؤ جوزف" مسٹر لینوور نے آگے بڑھکر ایک کمرہ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور میں حالت جوش میں یہ سمجھے ہوئے کہ اندر قدم رکھتے ہی اینبل سے ہم آغوش ہو جاؤں گا۔ بےتحاشا اندر گھس گیا۔

مگر میرے کمرہ کی دہلیز میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ بدکردار کمبخت نے مجھے گردن سے پکڑ کر اس زور سے آگے کی طرف دھکیلا کہ میں منہ کے بل فرش زمین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پشت پر کمرہ کا دروازہ پرشور آواز کے ساتھ بند ہوتا سنائی دیا!

---

# باب - ۱۴

## خطرے

میں جھٹ اٹھکر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ مجھے سخت دھوکا دیا گیا اور نہایت ادنٰے فریب مجھ سے کھیلا گیا ہے ملے ہوئے غصہ۔ جوش اور دہشت کی حالت میں میں چوٹوں کی پروا نہ کر کے اندھا دھند دروازہ کی طرف دوڑا لیکن معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے کئی کئی طریقوں سے میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن بے سود جتی کہ آخر کار مایوس ہو کر میں نے اس سے سر ٹکرانا شروع کیا لیکن یہ ایک اس طرح کی احمقانہ حرکت تھی جس سے کسی طرح کا فائدہ ممکن نہ تھا چنانچہ دروازہ جوں کا توں بند رہا اور اس وقت دفعتہً خیال آیا کہ میں کتنا بیوقوف کتنا ناعاقبت اندیش اور بے سمجھ ثابت ہوا کہ بچوں کی طرح اس دیو سیرت کیڑے کی باتوں میں آ گیا میں نے یہ سوچکر بار بار اپنے جی کو ملامت کی کہ کیوں میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر یقین کیا ؟ اور کیوں اس کے دکھاوے کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر یہ سوچا کہ اس کے مکر و فریب کی غمگینی حقیقی تھی اور وہ اپنی سابقہ بدسلوکیوں پر واقعی سچے دل سے متاسف ہو چکا تھا میری یہ حالت میری اپنی زود یقینی کا نتیجہ تھی افسوس میری حماقت ! افسوس میری ناعاقبت اندیشی !

میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی وہ ایک چھوٹا سا تنگ کمرہ تھا۔ نہایت ادنٰے سامان سے آراستہ یعنی وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز۔ کونے میں ایک معمولی چارپائی اطراف میں بکھری ہوئی پانچ چھ کرسیاں۔ ایک ٹرنک پر رکھا ہوا منہ ہاتھ دھونے کا برتن۔ فرش پر پھٹی ہوئی دری اور دیواروں میں لگی ہوئی کھونٹیوں پر مردانہ پوشش کی اس طرح کی چیزیں تھیں مثلاً پھٹی ہوئی پتلون۔ پرانی واسکٹ۔ ٹوٹی ہوئی ٹوپی میلی قمیصیں اور بھاری بوٹوں کی ایک جوڑی کمرہ کے کونے میں پڑی تھی بہر حال صفائی یا آسائش کا اس کمرہ میں نشان تک نہ تھا اور میں مسٹر لینوور کے اس سفیہانہ طرز عمل کو نظر انداز کر کے بھی جو اس نے مجھے زیر حراست کرنے میں برتا تھا ایک لحظہ کیلئے

اس خیال کو دل میں جگہ نہ دے سکا کہ وہ یا اس کے گھر کے لوگ اس مکان میں رہتے ہیں۔ سخت پریشانی کی حالت میں میں اس کمرہ کے اندر کھڑا تھا کہ دفعتاً ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا یعنی دروازہ گو بند تھا تاہم اس کمرہ کے اندر جو کھڑکی موجود تھی اس کو کھول کر میں شور و غل کی مدد سے کسی راہ چلتے مسافر کو بآسانی آمادہ امداد کر سکتا تھا۔ اس امید کا سہارا لیکر میں دوڑ پڑا اس کھڑکی کی طرف گیا لیکن آپ میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب دیکھا کہ وہ مکان کے پچھواڑے ایک ایسے مقام پر کھلتی تھی جس کے اطراف میں اُس پاس کے مکانوں کی اونچی دیواریں تھیں۔ پھر بھی اس خیال سے کہ اگر میں نے اونچی آواز سے شور مچایا تو گرد و نواح کے رہنے والے اسے سن لینگے میں اس کھڑکی کو کھولکر اس قسم کی کوشش کیا چاہتا تھا کہ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور آگے مسٹر لینو در اور اس کے پیچھے تامس ٹیڈی اور بلیک بیرڈ تینوں آدمی کمرہ میں داخل ہوئے!

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ایک لحظہ ٹھہر کر چند الفاظ ان دو بدمعاشوں کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ٹیڈی حسب معمول لاغر و سکڑا ہوا ادنےٰ قسم کے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کی رنگت پہلے کی نسبت زیادہ سیاہ نظر آتی تھی۔ میلے سپید بال زیادہ لمبے ہوکر الجھے ہوئے گچھوں میں پس پشت کوٹ کے کالر پر لٹکے ہوئے تھے اور جب اس کی تنگ خاکستری آنکھیں میری آنکھوں سے چار ہوئیں۔ تو مجھے ان کی تہ میں شیطانی بغض و کینہ کے آثار نظر آئے۔ رنگیا بل بلیک بیرڈ تو اس کی صورت دن کی روشنی میں اس سے بہت زیادہ مکروہ اور شیطانی دکھائی دی جتنی مرٹل لاج کے اصطبل کے اندھیرے میں معلوم ہوئی تھی اس نے ایک ڈھیلی بر جس پہنی ہوئی تھی اور گلے میں سبز رنگ کا بدنما کوٹ تھا جس میں پیتل کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس کی واسکٹ غیر معمولی لمبی اور گلے میں باندھنے کے کپڑے کی رنگت جو کبھی نیلی تھی سپیدی مائل ہو کر چیتی دار بن چکی تھی۔ بظاہر اس نے اپنے آپ کو کسی اچھے خاندان کا سائیس ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بحیثیت مجموعی اس کی صورت اور لباس سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا بیکاری کا مریض گھسیارہ ہے جس کی حالت امتداد زمانہ سے بدتر ہو چکی ہو سر کے بال سیاہ چہرہ زرد

اور اس پر لاتعداد چیچک کے داغ تھے۔ پھر اس کے علاوہ اس کی ٹھڈی پر کھونٹی دار سیاہ داڑھی تھی۔ (اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کا نام بلیک بیرڈ مشہور تھا) اس وقت اس کی داڑھی کے ناتراشیدہ بال قریباً آدھا انچ لمبے ہو گئے تھے اور ان کی موجودگی اس کے چہرہ پر تندی اور خشونت کے آثار پیدا کرنے والی تھی۔

جس وقت یہ تینوں آدمی دفعتاً میرے کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو میرے جی میں یہہ خیال پیدا ہوا کہ اب اگر میں نے پوری طاقت اور ہمت سے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ مایوسی کی پوری طاقت سے کام لیکر میں پہلے آتشدان کی طرف گیا اور اس کے بعد لوہے کی دو سلاخیں دونو ہاتھوں میں پکڑ کر مدد کے لئے شور مچاتا کسی طرح ان تینوں کے پاس سے گذر کر دروازہ سے باہر نکل جانے کی نیت سے تیزی کے ساتھ دوڑا لیکن دروازہ آن واحد میں بند کر دیا گیا اور ٹیڈی اور بلیک بیرڈ جنگلی حیوانوں کی طرح میری طرف جھپٹے میں نے دونوں ہاتھوں سے ان دونو پر بڑے زور کے ساتھ وار کئے مگر چوٹ کھا کر ان کی تندی میں اور اضافہ ہوا حتیٰ کہ ایک لمحہ کے عرصہ میں انہوں نے لوہے کی دونو سلاخیں میرے ہاتھوں سے چھین لیں اور مجھے فرش زمین پر گرا دیا جس کے بعد ٹیڈی نے اپنا مضبوط استخوانی ہاتھ اس زور سے میری گردن پر رکھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ کم از کم میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے چہرہ کی رنگت سیاہ پڑ گئی ہو گی اس موقعہ پر خوفناک کپڑے نے میرے پہلو میں دو زانو ہو کر جیب سے رومال نکالا اور اسے خوب کس کر میرے منہ پر باندھ دیا تاکہ کسی طرح کی چیخ یا مدد کی آواز میرے منہ سے نہ نکلے اور ٹیڈی کمبخت نے اس وقت تک اپنا ہاتھ میری گردن سے نہیں ہٹایا حتیٰ کہ میرے دشمن جان ماموں کی طرف سے منہ باندھنے کا یہ عمل پورا نہ ہو گیا۔

"بس اب یہ کسی طرح کا شور وغل نہ مچا سکے گا۔" اس کے بعد ٹیڈی نے کہا۔ "پس آؤ اسے لے چلیں۔"

اور جب اس کے بعد اس نے بلیک بیرڈ سے ملکر مجھے سر اور پاؤں کی طرف سے اٹھا لیا۔ تو میں نے بڑے زور سے جد وجہد کرنی شروع کی جس پر بلیک بیرڈ نے گالی دیکر مجھے ایک زور دار

گھونسا رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ "اگر تو چپ نہ رہے گا۔ تو یاد رکھ میں یہ تیز چاقو تیرے سینہ میں گھونپ دوں گا" لیکن جب موت نظروں کے سامنے ہو تو اس طرح کی دھمکیوں کی کسے پرواہ ہو سکتی ہے کئی طرح کے خوفناک اندیشے میرے جی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور میں سخت بدحواسی کے عالم میں برابر جد و جہد کر رہا تھا۔ فی الحقیقت میں اپنی ننھی سی جان کو بچاؤ کی انتہائی جد وجہد کئے بغیر ضائع ہوتے دیکھنا منظور نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بات پوری طرح میرے ذہن نشین ہو چکی تھی کہ لینووار اور اس کے دونوں خوفناک ساتھی مجھے ایسے مقام پر لے جانا چاہتے ہیں۔ جہاں ان کا منشا مجھے ہلاک کر دینے کا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اور زیادہ زور کے ساتھ جد وجہد شروع کی جس سے وہ رومال جو میرے منہ میں ٹھونسا ہوا تھا نکل گیا اور میں نے مدد کے لئے پر زور چیخ ماری۔ تب بدمعاش بلیک بیرڈ نے ایک آہنی مکا اس زور سے میرے سر کے پہلو میں مارا کہ میں بالکل بیہوش ہو گیا۔

رفتہ رفتہ جب مجھے ہوش آیا اور میرے ذہنی قوے جو صدمہ کی شدت سے عارضی طور پر معطل ہو گئے تھے۔ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آنے شروع ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ گھپ اندھیرے میں نمناک زمین پر پڑا ہوں۔ تو بھی جس زور سے بلیک بیرڈ نے مکا مارا تھا اس کا اثر اب تک دوران سر کی صورت میں باقی تھا اور پہلا احساس جو آنکھ کھلنے کے بعد مجھ کو ہوا یہ تھا کہ میں نے حال میں کوئی خوفناک روح فرسا خواب دیکھا ہے اور اب رفتہ رفتہ اس کے اثرات سے نکل کر اصلی حالت میں آنے لگا ہوں۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ذہنی مغالطہ بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ اور جلدی ہی مجھکو اصل حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سوچ آئی میں کہاں ہوں؟ بڑی مشکل سے اٹھا اور سیدھا بیٹھکر اس گھپ اندھیرے میں جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی اتنی کثیف تھی جتنی مصر پر دبا نازل ہونیکے وقت چھائی تھی یعنی کسی دبیز چیز سے ملتی ہوئی جسے ہاتھ سے چھوکر معلوم کیا جا سکتا ہو۔ اس وقت دفعتہ یہ خیال ... یہ مہیب ناک۔ جگر پاش خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ یہ کوئی زمین دوز تہ خانہ ہے اور وہ لوگ مجھے اس میں زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی سردی کی

ابھر میری ریڑھ سے ہوتی ہوئی گذری اور شدت خوف سے مجھے اپنے خون کی گردش تھمتی معلوم ہوئی۔
کسی طرح اس جگہ کی وسعت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے میں نے اپنے بازو اطراف میں پھیلائے۔ اور
وہ دونو طرف ناہموار ٹھوس دیواروں سے لگ گئے۔ میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر دیکھا۔ تو جلدی ہی اس حقیقت
کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ضرور یہ کوئی تہ خانہ ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے تو اس کا جواب
پانے کے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ خواہ وہ کسی غیر مستعمل عمارت
کا زیریں حصہ ہے۔ یا کوئی دوسرا ہیبت ناک مقام۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ وہ سطح زمین
کے بہت نیچے واقع ہے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کا تو ذکر کیا۔ دن کے اجالے کی خفیف سی جھلک
بھی اس کے اندر کسی طرف سے داخل نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس وقت
رات ہو۔ اور مجھ کو بیہوش پڑے کئی گھنٹے گذر گئے ہوں۔ خیر میں نے اس سوال پر غور کرنا شروع
کیا اور جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے اس جگہ پڑے ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کئی باتیں
اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اگر مجھے اسی نمناک زمین پر پڑے ہوئے
بہت دیر گذری ہوتی۔ تو یقینی طور پر میرے اعضا سردی اور نمی کی وجہ سے اینٹھ گئے ہوتے
حالانکہ فی الحال مجھ کو اپنے سر میں یا بدن کے انہی حصوں میں درد محسوس ہوتا تھا۔ جہاں پل ٹیک
بھیڑ کر طاقت آزمائی کا موقعہ ملا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اگر مجھے اس جگہ پڑے زیادہ عرصہ گذرا
ہوتا تو بھوک سے ضعف جانی کا احساس شروع ہو جاتا۔ حالانکہ سردست مجھے اس طرح کی بھی
کوئی شکایت نہ تھی۔ دفعتاً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا یعنی ہرچند میرے لئے اس
اندھیرے میں گھڑی کی سوئیاں دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اس کا شیشہ کھول کر سوئیوں کی
مقامیت سے وقت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتا تھا لیکن جب میں نے جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھا
تو معلوم ہوا کہ گھڑی غائب ہے! دوسری جیبوں کو تلاش کیا تو وہ بٹوا بھی معدوم تھا جس میں میری
ساری نقدی بند تھی۔ میں اب مفلس و محتاج تھا۔ ایک چھدام تک زہر کھانے کو جس کے پاس
باقی نہ تھا۔

آہ ۔ احمق! سو بار احمق! میں نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہنا شروع کیا ۔ یہ میری بے جا زود اعتقادی اور ابلہ یقینی کی سزا تھی ۔ نہ میں اس عیار کبڑے کی باتوں میں آتا ۔ نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا ۔ اور اس کے بعد جب میں بٹوے اور گھڑی کے گم ہونے پر افسوس کر رہا تھا ۔ تو ایک چھپی ہوئی آواز نے سینہ کے اندر سے کہنا شروع کیا کہ ناداں تو ان معمولی چیزوں کے لئے ناحق غم کرتا ہے جبکہ تیری اپنی زندگی صریحًا خطرہ میں پڑی ہے ۔ ورنہ کیا وجہ تھی ۔ کہ وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں ڈالکر چلے جاتے ؛ اس کے علاوہ کیا میں اس تلخ حقیقت سے واقف نہ تھا کہ ایک دفعہ پہلے بھی لینو ور نے نیڈی کے ساتھ ملکر میرے قتل کی سازش کی تھی ؛ ممکن تھا اسی مقصد کو مد نظر رکھکر جو تب ان کے دلوں میں تھا وہ اب بھی مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے ہی اس جگہ ڈال گئے ہوں ۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال آیا ۔ کہ آخر کس لئے وہ لوگ میرے درپے آزار ہیں ؛ میں نے لینو ور یا اس کے ساتھیوں کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میری ہلاکت کی کوشش کر رہے ہیں ؛ اس کے علاوہ میری بے حقیقت اور ناچیز ہستی کونسی خاص اہمیت رکھتی ہے کہ وہ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی راہ سے اس کی مزاحمت ہٹانے کو اس کے خاتمہ کے درپے ہیں اور پھر میری زندگی اس عہد شباب میں مجھے کتنی عزیز تھی ! میں زندہ رہنا چاہتا تھا ۔ میں اینیل . . . پیاری اینیل کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا ! افسوس کیا اب میں اسی جگہ پڑا پڑا مر جاؤں گا ؟ کیا مجھے پھر اس کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی ؟

لیکن نہیں میں لیجئے اس وقت کے خیالات کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا کیونکہ اس خوفناک تہ خانہ میں ہوش آنے کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر ایسے عجیب اور متنوع خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے کہ اگر میں ان سب کا ذکر کرنے بیٹھوں ۔ تو اس کیلئے دفتر درکار ہوں ۔ کچھ عرصہ خیالات کا یہ دور شدت کے ساتھ قائم رہا لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا ۔ جوش کی وہ حالت جس نے اسے برقرار رکھا ہوا تھا آخر کار ختم ہوگئی اور اس کے بعد ایک گہرا سکون ... طاری ہونے لگا ۔ اب میں ... زیادہ منضبط

اور مربوط صورت اختیار کرنے لگے میں نے سوچا کہ اگر اس شخص لینیودر اور اس کے ساتھیوں کا منشا واقعی مجھکو ہلاک کرنا ہوتا تو جس طرح ان لوگوں نے مجھے مکا مار کر بیہوش کیا تھا۔ اسیطرح وہ بے ہوشی میں میری زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں مجھکو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اس جگہ لانے کی کیا حاجت تھی؟ کس لئے وہ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد میری طرف سے اس شخص کا جو مجھے ہلاک کرنے اس جگہ آئے۔ کچھ نہ کچھ مقابلہ ضرور ہوگا۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچا اتنا ہی زیادہ یقین کے ساتھ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ کوئی اور ہی مقصد ہے جس کے لئے یہ سب کارروائیاں عمل میں لائی جارہی ہیں لیکن اس کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ وہ مقصد کیا ہے کیا میری دائمی حراست؟ آہ اگر وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں بند رکھنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے تو موت ایسی زندگی پر ہزار درجے قابل ترجیح تھی کیونکہ اس کی تکلیف عارضی تھی اور اس خوفناک قید کی صعوبتیں دائمی۔ اس صورت میں خواہ ان لوگوں کا ارادہ میری جان لینے کا ہو یا نہ ہو میرے لئے زندہ رہنا محال وناممکن تھا یقینی طور پر موت جلدی ہی میرے بارہ میں ان لوگوں کی فکر و تشویش کا خاتمہ کر دے گی۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ وہ شائد مجھے اسی تہ خانہ میں بند رکھنا چاہتے ہیں۔ اور میں کبھی اس سے زندہ نکلکر دن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری ذہنی اذیتیں از سر نو تازہ ہو گئیں اور میں نے چیختی ہوئی پرشور آواز میں اپنے دشمنوں سے رحم اور سننے والوں سے امداد کی درخواست کرنی شروع کی۔ تھوڑی دیر یہ سلسلہ جاری رہا مگر اس کے بعد یہ ہیبتناک خیال دل میں جاگزین ہونے لگا کہ تہ خانہ کی دیواریں اتنی ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ان کی راہ سے کوئی آواز باہر نہیں جا سکتی اور وہ میری اپنی ہی آواز کی گونج ہے۔ جو اس چار دیواری سے ٹکرا کر پھر میرے کانوں میں آواز ... جلدی ہی اپنی ... کوشش ... تک کوس پھر اسی

ناک زمین پر گر پڑا اور مایوسی نے میری تمام کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔

وقت گذرتا گیا۔ میں نہیں جانتا میرے ہوش میں آنے کے بعد کتنا عرصہ گذرا تھا۔ بہر حال دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے دروازہ کے باہر قفل میں کنجی ڈال کر گھمانی شروع کی ہے میں چونک کر اٹھا اور اس کے ساتھ ہی پر وحشت امید اور پر خوف دہشت سے میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ امید اس بات کی تھی کہ شاید کوئی مجھ کو رہا کرنے کے لئے آیا ہے اور دہشت اس بات کی کہ ممکن ہے میری ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہو۔ اتنے میں بھاری دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور جب اس کے بعد جلتی ہوئی موم بتی کی پھیکی روشنی چاروں طرف پھیلی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھی عورت جسے لینووڈ نے مسز ہارٹلے کے نام سے مخاطب کیا تھا آگے اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ دونوں اس کے پیچھے کھڑے ہیں۔ عورت کے ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی شمع اور دوسرے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس پر روٹی اور [illegible] گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا "یہ لو میں تمہارے کھانے کو لائی ہوں"

افسوس! یہ وہ عورت تھی جس نے میری آمد پر مسٹر لینووڈ کی زبانی امر کی بی بی اور بچی کی مصیبتوں کا حال سن کے آنکھیں پونچھنے کا بہانہ کیا تھا... ستمگر عیارہ! بہر حال میں نے اس کے قدموں میں دو زانو ہو کر اس سے اپنی رہائی کے بارے میں التجا کرنی شروع کی اور اسی طرح ان دونوں رحم [illegible] سے بھی جو غالباً اس کی حفاظت کے لئے ساتھ آئے تھے، رہائی کی درخواستیں کیں۔ مگر میری درخواستیں اور التجائیں یکسر بے سود تھیں۔ عورت نے کھانے کی پلیٹ اور پانی کی ایک ٹھلیا فرش زمین پر رکھ دی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور جب کنجی کے قفل میں گھومنے کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ تو اس خوفناک خاموشی میں جو پھر ایک بار چھائی وہ میری اپنی ہی سسکیوں کی آواز تھی۔ جو بڑی دیر تک رک رک کر میرے گلے سے نکلتی سنائی دیتی رہی۔

لیکن رفتہ رفتہ میں پھر ایک بار رو دھو کر چپ ہو گیا اور پھر وہی گہرا سکون مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا۔ میں نے سوچا کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے کم از کم ابھی

خیال تھا جس کو میں نے بڑی مضبوطی سے اپنے دل میں جگہ دینے کی کوشش کی شمع کی روشنی میں میں نے دیکھا تھا کہ وہ مقام جو میرے قید خانہ کا کام دیتا تھا ایک تنگ گنبدی تہ خانہ ہے۔ اس مضطربانہ نگاہ میں جو میں نے چاروں طرف ڈالی تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلو کی ایک دیوار میں ایک تنگ سلاخ دار دریچہ ہے جو غالباً کسی پاس کے تہ خانہ سے ملحق ہوا کی آمد و رفت کے لئے بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اب میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر کسی طرح اس دریچہ کو کھولا جا سکے تو گو شگاف تنگ ہے۔ تاہم جس طرح بھی ممکن ہو میں اس کی راہ سے گذر کر پاس والے کمرہ میں پہنچ جانے کی کوشش کروں ممکن ہے اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہو اور میرے لئے اس کی راہ سے فرار ہونا ممکن ہو۔ فرار کا خیال آتے ہی ایک نئی طرح کا جوش جس میں امید اور خوشی کا عنصر غالب تھا میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے پاس جا کر اس مقام کو ٹٹول کر دیکھا۔ سلاخیں بے شک مضبوط تھیں تاہم ان میں زنگ لگا ہوا تھا۔ پھر جب میں نے احتیاط سے ان پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑی پختگی سے جمی ہوئی ہیں تو بھی میں نے ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ دونوں پیر دیوار کے ساتھ لگا کر میں نے ان سلاخوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ میں نے پوری طاقت سے زور لگایا۔ مگر بے سود۔ ان سلاخوں کو اکھاڑ سکنے کے لئے میری ناچیز کوشش اتنی ہی بے حقیقت تھی۔ جیسے اس فرسِ عمارت کو اپنے ناخنوں سے کھرچنے کی کوشش۔ تھک ہار کر میں پھر ایکبار گیلی زمین پر لیٹ گیا۔

کئی گھنٹے گذر گئے اور اب رفتہ رفتہ مجھکو بھوک کا احساس ہونا شروع ہوا اس کے باوجود طبیعت کھانے پر مائل نہ تھی۔ اس خوراک کے خیال سے ہی جو میرے لئے رکھی گئی تھی استکراہ ہوتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے حال کے ہر ایک واقعہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تا کہ اس ذریعہ سے اگر ممکن ہو تو میں اس بارہ میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکوں کہ ان لوگوں نے میری نسبت کیا ارادہ کیا ہے لاتعداد قیاسات کو میں نے اپنے دل میں جگہ دی۔ مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جسے فیصلہ کن سمجھا جا سکتا بارہا ایسا ہوتا کہ مجھے اپنے دماغ میں چکر آتے معلوم ہوتے۔ بہر حال ایک بات یقینی معلوم ہوئی۔ یعنی یہ کہ وہ سب داستانیں جو مسٹر لینوور نے انقلابِ زمانہ اور اپنی مصیبت

اور پریشانی کے بارہ میں مجھ سے بیان کیں فرضی اختراعات تھیں جن سے وہ میرے دل میں رحم پیدا کر کے کسی طرح مجھکو اس مکان تک آنا چاہتا تھا جہاں اس کو معلوم تھا کہ اس کے کار کن ان خوفناک تجویزوں کو جو اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں عمل میں لانے کے لئے آمادہ تیار ہیں۔ پھر جب مجھے یاد آیا کہ اپنی بیٹی اینبل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ تو مجھکو یقین ہوگیا کہ وہ اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھ کو واقعی اس کی بیٹی سے عشق ہے اور اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میں درحقیقت اس کو چاہتا ہوں اس نے اپنی گفتگو کو ایسے طریق پر جاری رکھا کہ میں بآسانی اس کی باتوں میں آگیا۔ اس کے علاوہ اب یہ بھی مجھے یاد آیا کہ اس نے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے یعنی اس کی صورت سے کسی طرح کے آثار افلاس ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس وقت حالت جوش میں میں ان تفصیلی باتوں کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا تھا لیکن میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا کہ افلاس و مصیبت کی جو داستان اس نے مجھ سے بیان کی وہ محض شرارت اور دروغ کا پلندہ تھی چنانچہ اس وقت بھی جب میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اپنے مستقبل کے بارہ میں بے یقینی کی حالت میں پڑا تھا۔ میرے جی کو یہ سوچکر اطمینان حاصل ہوا کہ اینبل اور اس کی ماں درحقیقت مفلسی اور غریبی کا شکار نہیں ہیں۔

مسٹر ہارسلے اور اس کے دو نو بدمعاش ساتھیوں کی آمد اور واپسی کے بعد کئی گھنٹے گذر چکے تھے کہ پھر ایک بار اسی طرح دروازہ کھلا اور وہ تینوں نمودار ہوئے۔ البتہ اب کی دفعہ پہلے کی نسبت یہ اضافہ ہوا کہ عورت نے کھانے کے علاوہ دو کمبل میری طرف پھینک دیئے۔ اور یہ کہکر رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑی کہ ان کی مدد سے تم رات کو بآرام سو سکو گے۔ پھر ایک بار میں نے اس سے رحم کی درخواست کرنی شروع کیں لیکن بے فائدہ۔ اس کے پتھر دل پر میری التجاؤں کا ذرا اثر نہ ہوتا تھا البتہ بڈھی سے تھوڑی دیر کھسر پھسر باتیں کرنے کے بعد اس نے اتنی رعایت اور دی کہ جلتی ہوئی موم بتی میرے پاس چھوڑ گئی۔ رخصت ہونے سے

چیخے بلیک بیرڈ نے وحشیانہ انداز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا" اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چوہے پاس نہ آئیں گے۔" چوہوں کا ذکر آنے سے مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہوا اور میں نے شکریہ کے ساتھ موم بتی قبول کی۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور میں پھر ایک بار تنہا رہ گیا۔

اب مجھے روٹی کے چند ٹکڑے زہر مار کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور چونکہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ماندہ تھا اس لئے کھانے سے فارغ ہو کر کمبل اوڑھ لئے اور سونے کی فکر کرنے لگا۔ میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ شمع غالباً پانچ گھنٹے چلے گی۔ کیونکہ جلتی ہوئی موم بتی کے علاوہ ایک ٹکڑا اور بھی شمع دان میں رکھا تھا۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ جس قدر نیند لینی ہے اس روشنی کی موجودگی میں لے لوں۔ کیونکہ بل بلیک بیرڈ کے بیان کردہ چوہوں کی دہشت سے میرے لئے اندھیرے میں آنکھ بند کرنا عملی طور پر ناممکن تھا جلدی ہی میری آنکھ لگ گئی اور خیال ہے کہ میں کئی گھنٹے سوتا رہا کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو شمع آخری جھکورے لے رہی تھی۔ میں نے بجھتے ہوئے شعلہ کی مدد سے دوسری موم بتی روشن کی۔ چونکہ تھکن کا احساس اب بھی باقی تھا اس لئے پھر ایک بار سونے کے لئے لیٹ گیا جب دوسری بار آنکھ کھلی۔ تو موم بتی کا دوسرا ٹکڑا بھی بجھنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد میں نے سونے کا خیال دل سے نکال دیا اور حقیقت میں اب مجھے نیند کی خواہش بھی نہیں تھی کیونکہ میرا بدنی اضمحلال رفع ہو چکا تھا البتہ ذہنی حالت ۔ ۔ ۔ اگر ممکن سمجھا جاسکے۔ تو پہلے سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ آنکھ کھلتے ہی پھر ایک بار خوفناک دہشت انگیز خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

بڑی دیر کے بعد جب مجھکو بیدار ہوئے کم از کم تین گھنٹے گذر گئے تھے۔ منرہ رٹلے پھر ایکبار نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی بار صرف ایک آدمی ٹیڈی اس کے ہمراہ تھا۔ گو از روئے احتیاط اس نے پستول کی نالی اس بڑھیا کے شانہ کے اوپر سے میری طرف بڑھا رکھی تھی۔ یہ حالت دیکھکر میرے دل کو سخت دہشت ہونے لگی۔ میں خوف کی چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور تہ خانہ کے دور افتادہ کونے میں فرش زمین پر دوزانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگا۔

"نادان، کیوں احمق بنتا ہے؟" ٹیڈی نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا۔ "میں تجھکو ہلاک کرنے نہیں آیا۔ یہ پستول محض اس لئے میرے پاس ہے کہ تجھکو معلوم ہو جائے اگر تو نے کسی طرح کی ناشائستہ حرکت کی یا اچھی طرح پیش نہ آیا تو پھر اس کی گولی یقیناً تیرے سر میں داخل ہوگی ورنہ نہیں۔"

عورت نے میرے لئے کچھ اور کھانے کی چیزیں فرش زمین پر رکھ دیں اور وہ شمع جو اس کے ہاتھ میں تھی پھر ایکبار میرے پاس چھوڑنے کے لئے آمادہ ہو گئی۔ میں نے دلی شکریہ کے ساتھ اس عنایت کو قبول کیا کیونکہ روشنی کی برکت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں گھپ اندھیرے میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے بعد لگاتار کئی گھنٹے گذر گئے اور کوئی نیا واقعہ میری قید کی ہم آہنگی کو توڑنے والا پیش نہ آیا۔ بڑی دیر کے بعد جب مسز ہارٹلے پھر میرے لئے کھانا لے کر آئی تو ٹیڈی بدستور اس کے ساتھ تھا۔ مگر شائد اس نے اس پہلی دھمکی کو ہی کافی موثر سمجھا تھا کیونکہ اب کی بار اس نے پستول کی نمائش کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک نئی تجویز سوچنی شروع کی۔ جو شروع میں بیشک ناقابل عمل معلوم ہوتی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ ثابت ہونے لگا کہ تھوڑی ہمت کر کے اس کو ضرور عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ انتہائی مصیبت کی حالتوں میں انسان کا دماغ کسی نہایت مبہم تجویز کو بھی قابل عمل تصور کرنے لگتا ہے۔

بہر حال تجویز جو میں نے سوچی یہ تھی کہ اب کی بار جس وقت یہ عورت واپس آئیگی تو غالباً ٹیڈی اس کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ کسی وجہ سے یہ فرض ملیک بیرڈ کے سپرد نہ کیا گیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی میں بآسانی معلوم کر لوں گا کہ آیا ٹیڈی کے پاس اب بھی پستول ہے یا نہیں اگر وہ اس کے پاس نہ ہوا (تو بہتر) دوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کروں گا۔ عورت کو بزور ایک طرف ہٹا دوں گا اور اس سے پہلے کہ ٹیڈی کچھ کر سکے ایک زوردار مکا رسید کر کے اسے بھی ایک طرف گرا دوں گا جس کے بعد میرے لئے فرار کا عمل بالکل سہل ہوگا۔

تجویز ہر چند مجنونانہ تھی۔ تاہم اپنی موجودہ خطرناک حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کو یہاں تک قابل آزمائش سمجھا کہ نتیجہ کی پرواہ نہ کرکے اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا چنانچہ بڑی فکر و تشویش کے ساتھ میں اس موقعہ کا انتظار کرنے لگا جب مسٹر ہارٹلے کو پھر ایک بار آنا تھا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں جس قدر لمبی اور تکلیف دہ ثابت ہوئیں۔ اس کا حال بیان کرنا بیسود ہے گھنٹے سچ مچ لمبے سالوں کی صورت اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آخرکار وہ خوشگوار آواز جس کا مجھے اس قدر بے چینی سے انتظار تھا یعنی کنجی کے قفل میں گھومنے کی میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی کوٹھڑی کے اندر شمع اب تک جل رہی تھی۔ میں ذہنی اضطراب کی حالت میں اٹھکر کھڑا ہوگیا اور دروازہ کی طرف تکتا ہوا سوچنے لگا کہ میرے لئے یہاں سے وہاں تک جست لگانا کہاں تک ممکن ہوگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور وہی عورت ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے میں کھانے کی پلیٹ لئے نمودار ہوئی میں نے گردن اٹھا کر اس کے پس پشت دیکھا لیکن ٹیڈی یا اس کا پستول کہیں نظر نہ آیا اس کے بعد ایک ثانیہ کے عرصہ میں یقیناً دوڑ کر اس کے پاس جا پہنچ جاتا اور اسے دھکا دیکر باہر نکل جانے کی کوشش کرتا لیکن دفعتاً اس نے دبی آواز سے کہا "چپ! خاموش! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں"

آہ! اس جملہ نے آن واحد میں کتنی عظیم تبدیلی میرے خیالات میں پیدا کر دی۔ یہ چند الفاظ میرے لئے پیام امید ثابت ہوئے اور بچاؤ کی صورت قریب دیکھکر میرا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"چپ!" اس نے پھر ایک بار دبی آواز سے کہا: "وہ لوگ قریب ہیں۔ ایسا نہ ہو ہماری آواز سن لیں۔ غریب لڑکے مجھے تیری حالت پر بڑا رحم آتا ہے۔ اور مجھ سے جہاں تک ممکن تھا اس قید تنہائی میں تیری امداد بھی کرتی رہی ہوں۔ مجھکو ہدایت کی گئی تھی کہ فقط خشک روٹی اور پانی تم کو مہیا کردوں لیکن میں اپنی طرف سے گوشت کا اضافہ کرتی رہی ہوں پھر اس کے علاوہ ان کا حکم تھا کہ تم فرش زمین پر سویا کرو لیکن میں نے تمہارے لئے نہ صرف کمبل مہیا کئے

بلکہ روشنی کا انتظام بھی کر دیا۔ تاہم خیر مصیبت کا زمانہ گذر گیا اب تم حوصلہ کرو۔ ایک یا دو گھنٹوں کے اندر میں چپ چاپ آکر دروازہ کھول دونگی اور اس وقت تم نے رخصت ہو جانا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس سوا دس بجے تک میں ضرور تم کو رہا کر دوں گی۔"

خوشی کے آنسو بے اختیار میرے رخساروں پر بہنے لگے اور جوش کی ہلکی تھرتھری بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ "اوہ!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا" میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں ۔۔۔"

"بس یہ وقت زیادہ باتیں کرنے کا نہیں ہے"۔ مسز ہارٹلے نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس وقت دفعتہً وہ خیالات جو میرے دل میں اس کے بارہ میں پیدا ہوئے تھے وہ بھی بدل گئے"۔ یہ لو میں تمہارے لئے شراب کا ایک گلاس لائی ہوں لے پی لو کیونکہ اس سے تمہارا حوصلہ برقرار رہیگا۔"

اس نے وہ پلیٹ جس پر کھانے کی چیزیں اور ایک بڑا گلاس پورٹ وائن کا رکھا ہوا تھا میرے آگے کر دی۔ مجھے کھانے کی چاہ بالکل نہ تھی۔ البتہ گلاس ہاتھ میں لیکر میں ایک بار ہی لے پی گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی فقط دھندلی سی یاد باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور وہ عورت کھانے کی پلیٹ یا جلتی ہوئی شمع چھوڑے بغیر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ پھر ایسا معلوم ہوا گویا میرے دماغ میں تیز چکر آنے لگے ہیں۔ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ خیالات نے عجیب طرح کی الجھی ہوئی صورت اختیار کی۔ ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ اور میں بے اختیاری کی سی حالت میں فرش زمین پر گر گیا

نہیں معلوم یہ حالت کتنا عرصہ قائم رہی لیکن جب اس کے بعد میں گرد و نواح کے حالات سے واقف ہونے کے قابل ہوا تو معلوم ہوتا تھا میں ایک بند گاڑی کے اندر بیٹھا ہوں پختہ سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپ سے ملی ہوئی پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ لیکن آوازیں اس قدر مبہم اور ملی جلی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال میرے

ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ میں اس گاڑی کے اندر اکیلا نہیں ہوں جس گدے پر میں پڑا تھا اس کے بالمقابل دو آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں ... کیونکہ میرے حواس اس وقت تک پوری طرح بجا نہ ہوئے تھے میں نے سر اٹھانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ تاہم حالت ایسی تھی۔ گویا کسی نے منوں بوجھ میرے سر پر ڈال رکھا ہو۔ اس کے ساتھ ہی درد کی تیز ٹیس کنپٹیوں کے پاس اٹھتی معلوم ہوئی۔ میرا خیال کہ اس طرح گردن اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کسی قدر آنکھیں بھی کھولیں کیونکہ بازار کے لیمپوں کی روشنی جھلملاتی نظر آئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میری آنکھیں دوبارہ بند ہوگئیں۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نامعلوم بھاری بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔ دوبارہ گدے سے سر لگنے کے بعد پھر مجھ پر کامل بیہوشی طاری ہوگئی۔ معلوم نہیں کب تک میں گاڑی میں پڑا رہا اور وہ کب یا کس مقام پر جا کر ٹھہری بہرحال دوسرا واقعہ جو مجھکو یاد ہے یہ تھا کہ دو آدمی مجھکو ہاتھوں پر اٹھائے چل رہے تھے۔ اس وقت رفتہ رفتہ میرے منتشر حواس نے پھر ایکبار یکجا ہونا شروع کیا خیال ہے کہ میں نے آنکھیں بھی کھولیں اور دیکھا کہ میرے ارد گرد روشنی کا نشان تک نہ تھا چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا اور تازہ اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ اس تاریکی میں دھند کی طرح یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ دو آدمی جنہوں نے مجھے اٹھایا ہوا ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ تھے۔ لیکن بیداری کی یہ حالت بہت عرصہ تک قائم نہ رہی۔ کیونکہ دفعتاً ایک تیسرے آدمی نے جس کی صورت دیکھتے ہی میں نے معلوم کیا کہ میرا نام نہاد ماموں شیطان سیرت کنراڈ آگے بڑھکر بوتل کی قسم سے کوئی چیز زبردستی میرے منہ کے ساتھ لگادی۔ اور کوئی تلخ ذائقہ کی سیال شے اپنے حلق میں داخل ہوتی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد میرے حواس پھر جواب دے گئے۔

رفتہ رفتہ ہوش آیا اور ... اُف۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری بیداری کا یہ عمل کتنا سست اور کس قدر موجب تکلیف تھا ... تو ایک عجیب اور بعید از فہم احساس مجھکو ہونا شروع ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ مقام جس میں میں لیٹا ہوں اور جس کی صحیح کیفیت نہ مجھکو معلوم تھی اور نہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آتا تھا۔ بڑے زور کے ساتھ اوپر نیچے دائیں بائیں حرکت کر رہی ہے!

میں نے سوچا کہ شائد یہ میرے ذہنی فتور کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس طرح کی حرکت کوئی معنے نہیں رکھتی۔ چنانچہ جمع خیالات کی نیت سے میں چند منٹ چپ چاپ اور بے حرکت اپنے بدن کا کوئی حصہ ہلائے بغیر لیٹا رہا۔ اور اس ذریعہ سے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس حرکت کا کوئی حقیقی وجود ہے یا نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے بازو یا بدن کے کسی اور حصہ کو ادھر ادھر حرکت دے سکتا۔ میری بے ہوشی کے اثرات گو بتدریج زائل ہو رہے تھے۔ تاہم قوٰے اب بھی نیم مردہ تھے۔ اور احساس واضح اور تیز ہونے کی بجائے مدہم اور سست تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میری قوت فیصلہ اتنی کمزور تھی کہ بڑی دیر تک میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ میں کس جگہ لیٹا ہوں اور یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن دفعتاً ایک جھٹکا پہلے کی نسبت بہت تیز محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت میں دونو بازو اس طرح اُٹھ گئے۔ گویا وہ کسی چیز کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ اس وقت یہ خوفناک حقیقت واضح ہوئی کہ میرے سر سے قریباً ایک فٹ کی بلندی پر چوبی تختہ لگا ہوا تھا! ہولناک۔ بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے اور جب اس کے بعد میں نے چاروں طرف ہاتھ ہلا کر دیکھا تو میری ہیبت نے یہ جان کر اور ترقی کی کہ میں چاروں طرف چوبی تختوں سے گھرا ہوا ہوں دائیں بائیں نیچے اوپر اور سر اور پیروں کے قریب ہر طرف چوبی تختے تھے۔ رحم خدا۔ کیا یہ میرا تابوت تھا؟ اور کیا وہ لوگ مجھے زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے تھے؟

اس ہوش ربا وحشت ناک خیال کے پیدا ہوتے ہی سردی کی تیز لہر مجھے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوئی۔ اور میری روح بدن کے اندر سکڑ گئی۔ میری آنکھیں اب تک بند تھیں۔ اب میں نے بدقت انہیں کھولا اور اس وقت مدہم روشنی کا حلقہ ان کے سامنے حرکت کرتا نظر آیا۔ وہ ایک عجیب طرح کی دھندلی روشنی تھی جو کبھی آگے پیچھے ہلتی اور کبھی دائرہ کی صورت میں گھومتی تھی جس سے مجھے اپنے دماغ کے گرداب عظیم میں پھنسا ہوا ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے میں نے سوچا کہ شاید یہ روشنی بھی نظری دھوکا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی ان پراسرار شعلوں کی یاد نے جنکے بارہ میں میں نے پڑھا تھا کہ قبرستانوں میں یا لالٹنوں
کے آس پاس دیکھے جاتے ہیں۔ ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا کر دیئے۔ میری روح انتہا
سراسیمہ تھی اور دماغ پر وحشت اضطراب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اتنے میں کراہٹ کی دبی ہوئی آوازیں
میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں اور اس سے اور زیادہ خوف میرے دل کو ہونے لگا۔ لیکن رفتہ
رفتہ بیداری کے ساتھ میری قوت استدلال تازہ ہونی شروع ہوئی اور بڑی آہستگی کے ساتھ
خوفناک اندیشے ایک ایک کرکے میرے دل سے زائل ہونے لگے۔ لیکن جب اس کے بعد
میں یہ سمجھنے اور جاننے کے قابل ہوا کہ میں کہاں ہوں۔ تو نئی طرح کے خطرے پہلے سے کم دہشت انگیز
تاہم اتنے ہی پرخوف پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یعنی اب مجھکو معلوم ہوا کہ میں تابوت میں بند نہیں ہوں
نہ یہ روشنی ہیولانی ہے اور نہ کراہٹ سے ملتی ہوئی آوازیں کسی لاش کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔
دراصل میں ایک جہاز پر سوار تھا یعنی جہاز کے پچھلے درجہ کی تنگ کیبن کے ایک تختہ پر لیٹا ہوا وہ
روشنی اس کی چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کی تھی جو جہاز کی حرکت کے ساتھ ہلتی تھی اور میرے قریب
کسی دوسری نشست پر لیٹا ہوا کوئی آدمی دہشت یا بیماری کی وجہ سے کراہتا تھا۔ اس طرح ایک حد
تک گو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم ایک اور بیہودہ سے ناقابل بیان اندیشے میری روح کو اور
زیادہ پریشان کرنے لگے۔ کیونکہ اب سوچ پیدا ہوئی کہ کیوں مجھے اس جہاز پر لادا گیا ہے کس نے لیا
گیا ہے؟ میں دنیا کے کس حصہ کی طرف جا رہا ہوں؟ اور رستہ میں اور اس کے بعد مجھ سے کیا
سلوک ہونے والا ہے؟

انہی فکروں میں پڑا تھا کہ معلوم ہوا موسم بے حد طوفانی ہے۔ ہوا پرشور آوازوں سے
چیختی اور بین کرتی ہوئی چلتی تھی۔ صحن جہاز پر موجوں کے سنسنانے کی آوازیں سنائی دیتی
تھیں اور جہاز اس بدنصیب روح کی مانند جو عذاب دوزخ برداشت کرنے پر مجبور ہو۔ اوپر
نیچے دائیں بائیں زور دار حرکت کر رہا تھا۔ ہوا کے شور سے ملی ہوئی کچھ اور بھی آوازیں سنائی دیتی
تھیں یعنی لکڑیوں کے چرچرانے اور تختوں کے آپس میں [illegible] پانی کا جوش

تلاطم عنقریب ان چیزوں کو توڑ پھوڑ کر ہم سب کو بحر مواج کی تہ میں غرقاب کر دے گا۔ کئی کئی طرح کے سوالات میرے جی میں پیدا ہو رہے تھے اور میں چاہتا تھا کسی سے پوچھوں یہ کونسا جہاز ہے؟ کتنا بڑا ہے اور اس طوفانی موسم کا کس حد تک مقابلہ کر سکتا ہے۔ نیز اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ جس تختہ پر میں پڑا تھا۔ اس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے (تاکہ ایسا نہ ہو جہاز کی تیز حرکت مجھے نیچے گرا دے) میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک کافی وسیع کیبن ہے جس میں کم و بیش بارہ نشستیں ہیں اور ان میں سے بیشتر رکی ہوئی ہیں لیکن گو باہر تیز آندھی چل رہی تھی۔ تاہم کوٹھڑی میں حبس تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ جہاز کے پرزور حرکت کی وجہ سے لاتعداد کپڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں اپنے معمولی پہننے کے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ اس طرح ایک حد تک اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں پھر وہیں لیٹ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب جو ایلبین بلڈنگز کی اس سالخوردہ عیار رہا نے ہمدردی کی نمایش کرتے ہوئے مجھ کو پینے کے لئے دی تھی۔ ضرور اس میں کسی نشہ آور دوا کی آمیزش تھی چنانچہ میری بیہوشی سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگ مجھے گاڑی پر سوار کر کے سمندر کے گھاٹ پر لے گئے۔ جہاں باد خنک کے جھونکوں کا احساس مجھ کو اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے دوسری بار مجھ کو ہوش میں آتے دیکھا تو کوئی ویسی ہی چیز دوبارہ میرے حلق میں داخل کر دی گئی اور کامل بیہوشی کی حالت میں وہ مجھے اس جہاز پر چھوڑ کر چلے گئے لیکن یہ بات کہ مجھے اس جہاز پر سوار ہوئے کتنا عرصہ گذر چکا ہے اور میرے ہوش میں آنے کے وقت تک کتنے گھنٹے یا دن گذر چکے ہیں، پردہ راز میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کی تہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ مجھ کو نظر نہ آتا تھا۔

میں اسی حالت میں پڑا ہوا جہاں تک ممکن تھا۔ سابقہ حالات کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ دو مسافروں کے ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔

"کیوں ٹام سٹ کیا حال ہے؟" ایک کسی دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "اور تم اس سفر کو

کس حد تک پسند کرتے ہو؟"

"پسند"! دوسرے نے انداز حقارت سے کہا" اگر یہ چھ سات مہینے کا لمبا سفر انہی حالات میں بسر ہوتا ہے۔ تو پھر میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش میں گھر سے باہر نہ نکلتا۔"

اُف میرے خدا! چھ سات مہینے کا لمبا سفر! ایک اس طرح کا سفر جو شائد ہم کو دنیا کے دوسرے سرے پرلے جانے والا ہو!

" اور کیوں بھلا۔ اب ہم لوگ کس مقام کے پاس ہوں گے؟" ایک اور آدمی کی آواز اس تختے کے عین نیچے سے جس پر میں لیٹا ہوا تھا کہتے سنائی دی اور اس ہلکی تھراہٹ سے جو اس آواز میں ملی ہوئی تھی میں نے معلوم کیا کہ وہ آدمی یا تو بیمار یا خوفزدہ تھا۔

" ہم اس وقت نارتھ فورلینڈ کے قریب ہوں گے۔" ایک اور آدمی نے اس کے جواب میں کہا" قریباً ڈھائی گھنٹے گذرے جب اس ملاح نے آکر بیان کیا تھا کہ ہمارا جہاز نور کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور اس تیز آندھی کا مقابلہ کرتے ہوئے غالباً وہ فورلینڈ کے پاس ہی پہنچا ہوگا۔ اس کے علاوہ جہاز کی تیزی حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم فورلینڈ کے پاس ہیں۔ کیونکہ اس جگہ جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو سمندر میں ایسا ہی پر زور تلاطم شروع ہو جایا کرتا ہے۔"

" لیکن یہ تو بتاؤ فورلینڈ کس جگہ واقع ہے؟" ایک اور آدمی نے جس کی جغرافیائی معلومات محدود معلوم ہوتی تھیں پوچھا۔

"کیا فورلینڈ . . . تم کو معلوم نہیں۔ فورلینڈ شمال مشرقی ساحل پر جزیرہ تھینٹ کا ایک آگے کو بڑھا ہوا مقام ہے۔ یعنی مارگیٹ اور رامسگیٹ کے درمیان۔ یہیں سے گذر کر جہاز کھلے سمندر میں نکلا کرتا ہے۔"

" تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بلیک وال سے اس جگہ تک کافی تیزی رفتار کے ساتھ طے ہوا" اس آدمی نے جو سب سے پہلے بولا تھا کہا" دس بجے ہمارے جہاز نے لنگر اٹھایا تھا اور اب جبکہ صبح کے سات بجے ہیں اس نے کم و بیش نو گھنٹوں کے عرصے میں ہمارے جہاز نے

گویا ۹۰ میل فاصلہ طے کر لیا ہے۔"

"اوہ۔ کیا سات بج گئے!" ایک اور مسافر نے کراہتی ہوئی آواز سے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اٹھنے کا وقت ہو گیا۔ حالانکہ میں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس ظالم سفر نے ابھی سے نیم جان کر رکھا ہے۔"

"تاہم تم کو چاہیئے کچھ نہ کچھ کھانے کی کوشش کرو۔" دوسرے آدمی نے جواب دیا "کیوں مگر اس نوجوان کا حال بھی معلوم ہوا جسے سب سے آخر میں جہاز پر سوار کیا گیا تھا؟ اس وقت تو بے چارے کی حالت بے حد زار تھی۔"

"معلوم ہوتا ہے" ایک اور آدمی نے اس طرح کی دبی ہوئی آواز سے کہا گویا اس کو میری بیداری کا احتمال تھا "اس نے ضرورت سے بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ مگر وہ غریب بھی کیا کرتا۔ ایک اتنے لمبے سفر پر روانہ ہونے کے وقت جیسا کہ نیو ساؤتھ ویلز کا سفر ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس کا ماموں . . . جسے تم نے دیکھا ہوگا عجیب صورت کا کھرا آدمی تھا . . ." اور پھر دفعتاً "کیوں میاں لڑکے تم کیا جاگتے ہو؟"

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا ہے اور قریب تھا کہ میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن دفعتاً خیال آیا کہ اگر میں بولا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بیدار ہوں) اور وہ گفتگو جوان دونوں میں میری نسبت شروع ہوئی تھی ہمیں رہ جائے گی۔ حالانکہ جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں وہ میرے لئے بیحد دلچسپ تھی اور میں اس سلسلہ کو آخر تک سننا چاہتا تھا۔ پس میں نے کچھ جواب نہ دیا اور چپ چاپ لیٹا رہا۔ لیکن میرے کان ہر لحظہ ان کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک شراب کا اثر زائل نہیں ہوا۔" اس پہلے آدمی نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اف میرے خدا جہاز کس زور سے ہلنے لگا ہے" اور چند لمحوں کے لئے کیبن میں گہری خاموشی چھا گئی جس میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صرف بیمار مسافروں کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی تھی "بہرحال جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا۔" اس کے بعد اس آدمی نے سلسلہ تقریر جاری

رکھکر کہا" اس نوجوان کے ماموں کو غالباً اس سے بہت گہری محبت ہے۔ یاد ہوگا کس طرح اس نے رخصت ہونے سے پہلے ہمیں بار بار تاکید تھی کر رستہ میں لڑکے کا پوری طرح خیال رکھنا کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور یہ وہم کسی طرح اس کے جی میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کے نزدیکی رشتہ دار ہی اس کے دشمن ہیں"

"لیکن سنو تو" ایک اور مسافر کی آواز سنائی دی" اگر اس کے ماموں کو سچ مچ اس لڑکے سے محبت تھی اور یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اس کے دماغ میں کسی حد تک فتور ہے تو کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے اتنی زیادہ مقدار میں شراب پینے سے روکتا؟"

" میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوگی" پہلے آدمی نے کہا کہ ماموں بیچارے کو معلوم نہ تھا کہ شراب اتنی تیز ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کو جہاز پر چھوڑنے آیا تو اس نے اس بارہ میں چند الفاظ بھی کہے تھے۔۔۔ لیکن اُف میرے خدا کس زور کی آندھی چلتی ہے اور اس کمبخت کیبن کے اندر کتنی سخت گرمی ہے۔ جو لوگ اونچے درجے کے مسافر ہیں، وہ تو بیشک مزے میں ہونگے مصیبت ہم غریبوں کے لئے ہے جنہیں ادنےٰ درجہ کی کوٹھڑیوں میں۔۔۔"

فقرہ ناتمام ہی تھا کہ جہاز نے پھر ایک بار بڑے زور سے حرکت کی اور اب کی بار وہ اس طرح ڈانوا ڈول ہوا کہ میں ڈر گیا شائد وہ غرق ہونے لگا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں جس تختہ پر لیٹا ہوا تھا اس سے کود کر نیچے اتر آیا۔

"ارے کیا تم وہی لڑکے ہو!" اس آدمی نے جلدی سے کہا جس کے منہ سے آخری فقرہ نکلا تھا "معلوم ہوتا ہے جہاز کی حرکت نے تم کو چونکا دیا خیر اچھا ہوا تمہاری آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کیا اب بھی اس شراب کا نشہ اترا یا نہیں۔ جو تم نے روانہ ہونے کے وقت پی تھی؟"

" میں آپ لوگوں کی عنایت سے اب ہر طرح اچھا ہوں" میں نے عالم دہشت میں کیبن کے ایک حصہ کو زور سے پکڑتے ہوئے کہا مگر یہ عالم میری بدحواسی کا تھا کہ مجھے بالکل معلوم نہ ہوسکا کہ کیا الفاظ میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جہاز کے ادھر ادھر ہلنے سے میرے لئے سیدھے کھڑا رہنا بھی مشکل تھا

"دراصل مجھکو دردِ سر کی شکایت تھی" میں نے سلسلہ جواب جاری رکھتے ہوئے کہا "مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ جلد رفع ہو جائیگی۔ کیا آپ لوگوں کی رائے ہیں میں اگر صحن جہاز پر چلا جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ" اس آدمی نے گنواروں کی طرح قہقہہ مار کر کہا "میرے خیال میں وہ تیز ہوا جو باہر چل رہی ہے۔ تمہارے حق میں ضرور مفید ہوگی۔ کیونکہ اگر کوئی چیز بسیار نوشی کے درد کو رفع کر سکتی ہے تو وہ اس قسم کی تیز ہوا ہے۔"

میرے لئے کیبن کی گرمی اور کثیف ہوا ناقابل برداشت تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے باہر نکل جاؤں۔ میری حالت سچ مچ اس بدنصیب سے ملتی تھی۔ جسے زندگی میں ہی تابوت کے اندر بند کر دیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ ایک عجیب طرح کی الجھن میرے خیالات میں پیدا ہو رہی تھی اور میں جس قدر جلد ممکن ہو کپتان جہاز سے ملکر سارا حال اس کے روبرو بیان اور اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا تھا کہ مجھکو میری مرضی کے برخلاف عالم بے ہوشی میں اس جہاز پر سوار کرایا گیا ہے۔ پس جس قدر جلدی ممکن ہو آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ اس بے جوڑ گفتگو سے جو میں نے کیبن کے مسافروں سے سُنی تھی۔ اس بیماری کا کچھ حال معلوم ہو چکا تھا جس سے کام لیکر میرے دشمن جالی مسٹر بدور نے میرے ساتھی مسافروں کو یہ سمجھایا تھا۔ کہ اس بے ہوشی کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے خویش واقارب سے جدا ہوتے وقت بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس خیال سے کہ ہوش میں آنیکے بعد میں ضرور اپنے بارہ میں صحیح حال ان لوگوں سے بیان کروں گا۔ اس نے یہ بھی ان سے کہدیا تھا کہ اس کے دماغ میں فتور ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان کو سمجھایا کہ یہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ موجودہ حالت میں ان لوگوں کے روبرو سارا حال بیان کر کے انہیں اپنی غلط فہمی سے آگاہ کرنا چونکہ لاحاصل اور بے سود تھا اور اس کے علاوہ وہ چونکہ کسی طرح میری امداد بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں براہ راست کپتان جہاز سے ملوں اور ایسا کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں۔

چنانچہ میں ایک سیڑھی پر چڑھکر دسطی صحن جہاز تک پہنچا یہ اس جہاز کا درمیانی تختہ تھا مگر اس جگہ بھی کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم پس درجہ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہاں کی نسبت حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس جگہ پہنچکر مجھکو پوری طرح معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گزرنے اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آ رہی تھیں۔ جن کے ساتھ ملی ہوئی رسوں کے کھڑکھڑانے اور ملاحوں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور باد تند کے شور سے ملا ہوا کانوں میں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس مقام پر کھڑا ہوا حالات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ملی جلی آوازوں کو سنتا رہا اور اس حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر بھی میں نے سوچا کہ جس وقت میں پورے پورے حالات کپتان جہاز سے بیان کروں گا۔ تو خواہ مسٹر لینو ورنے اسے کتنا ہی سمجھایا یا بہکایا ہو اور اسے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو یقینی طور پر وہ مجھکو خشکی پر اتارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال از سر نو تازہ ہوتے تھے کہ کس لئے خوفناک کبڑا یہ ساری بدسلوکیاں مجھ سے کر رہا ہے؟ کیوں وہ میری جان کے درپے ہوا اور کس نیت سے مجھکو کسی دور افتادہ مقام پر بھیج دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ بیسیوں جواب دل میں پیدا ہوتے تھے۔ مگر ان میں تسلی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا گو اب بھی وہ کسی حد تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا۔ میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اور اوپر چڑھا لیکن جس وقت چھتری تک پہنچا چاہتا تھا۔ تو ایک ملاح کی آواز جو غالباً نیچے اتر رہا تھا سخت لہجے میں یہ کہتے سنائی دی۔ "کیوں اس جگہ کیا لینے آئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سیدھا کھڑا نہ رہا جائے گا۔"

"لیکن میں کیا کروں نیچے میرا دم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت اونچی آواز میں کہا۔ کیونکہ ہوا کا زور اور موجوں کا شور رسوں اور بادبانوں کے کھڑکھڑانے سے ملکر اس طرح کا ہنگامہ قیامت برپا

کر رہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔" اس کے علاوہ میں کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں۔"
"تو خیر تمہاری مرضی جاؤ" ملاح نے جواب دیا۔ "لیکن یاد رکھو ست۔ پاؤں تک پانی سے بھیگ جاؤ گے لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ کو اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔
اس جگہ پہنچکر ایک ایسا بھیانک۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آمیز نظارہ مجھ کو دکھائی دیا جو مدت العمر یاد رہے گا۔ ملاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک لوہے کی سلاخ کا سہارا دیدیا اور اس کے بعد خود انہی سیڑھیوں سے جن کی راہ سے میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہوگیا۔ بلکہ جاتے وقت نیچ کا دروازہ جو سیڑھیوں کے اوپر بنا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک بہت بڑا... بہت ہی بڑا جہاز تھا یعنی اتنا کہ جس کا مجھے خیال ہی نہ آسکتا تھا۔ اس کے تین مستول جیسے ہوئے اور صرف چند بادبان کھلے ہوئے تھے۔ لیکن اس تیز آندھی کے سامنے جو سطح آئینہ متلاطم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ وہ محض بے بس نظر آتے تھے۔ رہ گئی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کن لفظوں میں اس کو بیان کروں۔ اس سے پہلے میں نے بعض موقعوں پر اخباروں اور کتابوں میں پہاڑ کے برابر اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا۔ مگر آج اس نظارہ کو دیکھکر اس جملہ کی اصل حقیقت واضح ہوگئی۔ ان میں سے ہر ایک لہر کی چوٹی پر سپید رنگ کے جھاگ اس طرح موجود تھے۔ جیسے اونچے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس متلاطم سمندر میں چلتا ہوا جہاز بعینہ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ گویا پانی کی ناقابل بیان مقدار کسی بہت بڑے کڑاہے میں کھول رہی ہو اور ایک نہایت چھوٹی سی چیز اس کھولتے پانی کی سطح پر موجود ہو۔ میں نے داہنی طرف دیکھا وہاں سے خشکی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کو دور جہاز کی سیدھ میں خشک زمین کا حد نگاہ تک کہیں نشان ہی نظر نہ آتا تھا۔ بہت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس کا پانی جوش طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے ملاح ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے اور ان کی حالت دیکھکر پہلے میرے اندیشوں نے اس خیال سے ترقی بھی کی۔ کہ شائد اس جہاز کو خطرہ عظیم درپیش ہے۔ اور یہ لوگ اسی کا مقابلہ کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔

چنانچہ میں ایک سیڑھی پر چڑھکر سطحی صحن جہاز تک پہنچا یہ اس جہاز کا درمیانی تختہ تھا مگر اس جگہ بھی کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم جس درجہ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہاں کی نسبت حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس جگہ پہنچکر مجھکو پوری طرح معلوم ہوگیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گذرنے اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آرہی تھیں۔ جن کے ساتھ ملی ہوئی رسوں کے کھڑکھڑانے اور ملاحوں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور باد تند کے شور سے ملا ہوا کانوں میں آرہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس مقام پر کھڑا ہوا حالات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ملی جلی آوازوں کو سنتا رہا اور اس حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر یہ بھی میں نے سوچا کہ جس وقت میں پورے پورے حالات کپتان جہاز سے بیان کردوں گا۔ تو خواہ مسٹر لیو ورنے اسے کتنا ہی سمجھایا یا بہکایا ہو اور اسے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو۔ یقینی طور پر وہ مجھکو خشکی پر اتارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال از سرنو تازہ ہوئے لگتا تھا کہ کس لئے خوفناک کبڑا یہ ساری بدسلوکیاں مجھ سے کر رہا ہے؟ کیوں وہ میری جان کے درپے ہوا اور کس نیت سے مجھکو کسی دور افتادہ مقام پر بھیج دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ کتنے جواب دل میں پیدا ہوتے تھے۔ مگر ان میں تسلی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا گو اب بھی وہ کسی حد تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا۔ میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اور اوپر چڑھا لیکن جس وقت چھتری تک پہنچا چاہتا تھا۔ تو ایک ملاح کی آواز جو غالباً نیچے اتر رہا تھا سخت لہجے میں یہ کہتے سنائی دی: "کیوں اس جگہ کیا لینے آئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سیدھا کھڑا نہ رہا جائے گا۔"

"لیکن میں کیا کروں نیچے میرا دم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت اونچی آواز میں کہا۔ کیونکہ ہوا کا زور اور موجوں کا شور رسوں اور بادبانوں کے کھڑکھڑانے سے مل کر اس طرح کا ہنگامہ قیامت برپا

کر رہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔" اس کے علاوہ میں کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں۔"

" تو خیر تمہاری مرضی جاؤ" ملاح نے جواب دیا۔ "لیکن یاد رکھو تم سے۔ پاؤں تک پانی سے بھیگ جاؤ گے لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ کو اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔

اس جگہ پہنچکر ایک ایسا بھیانک۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آمیز نظارہ مجھ کو دکھائی دیا جو مدت العمر یاد رہے گا۔ ملاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک لوہے کی سلاخ کا سہارا دیدیا اور اس کے بعد خود انہی سیڑھیوں سے جن کی راہ سے میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ بلکہ جاتے وقت بیچ کا دروازہ جو سیڑھیوں کے اوپر بنا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک بہت بڑا... بہت ہی بڑا جہاز تھا یعنی اتنا کہ جس کا مجھے خیال ہی نہ آسکتا تھا۔ اس کے تین مستول پھیلے ہوئے اور صرف چند بادبان کھلے تھے۔ لیکن اس تیز آندھی کے سامنے جو سطح آب پر متلاطم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ وہ محض چیتھڑے سے نظر آتے تھے۔ رہ گئی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کن لفظوں میں اس کو بیان کروں۔ اس سے پہلے میں نے بعض معقول اخباروں اور کتابوں میں پہاڑ کے برابر اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا۔ مگر آج اس نظارہ کو دیکھکر اس جملہ کی اصل حقیقت واضح ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک لہر کی چوٹی پر سفید رنگ کے جھاگ اس طرح موجود تھے۔ جیسے اونچے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس متلاطم سمندر میں چلتا ہوا جہاز بعینہ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ گویا پانی کی ناقابل بیان مقدار کسی بہت بڑے کڑاہے میں کھول رہی ہو اور ایک نہایت چھوٹی سی چیز اس کھولتے پانی کی سطح پر موجود ہو میں نے داہنی طرف دیکھا وہاں سے خشکی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کو اور جہاز کی سیدھ میں خشک زمین کا حد نگاہ تک کہیں نشان ہی نظر نہ آتا تھا۔ بہت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس کا پانی جوش طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے ملاح ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے اور ان کی حالت دیکھکر پہلے میرے اندیشوں نے اس خیال سے ترقی بھی کی۔ کہ شائد اس جہاز کو خطرہ عظیم درپیش ہے۔ اور یہ لوگ اسی کا مقابلہ کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔

لیکن جس وقت میں مستول کے پیچھے لوہے کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظارہ عجیب کو جو چاروں طرف پیش آ رہا تھا حیرت، خوف، دہشت اور سراسیمگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جاگزین ہونا شروع ہوا کہ وہ سب ملاح مطمئن اور لاپرواہ تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ خطرہ کی موجودگی سے واقف ہیں۔ نہ ان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی۔ جو جانتے ہوں کہ موت ہر لحظہ ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور نہیں معلوم کونسا لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ لیتے ہیں ایک اونچی۔ پر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرتی سنائی دی جس کا جواب چھ سات ملاحوں نے یکزبان ہو کر دیا "بہت اچھا" اور فوراً اس کام میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گہری دلچسپی اور خطرہ سے لاپرواہی میرے اپنے دل میں احساس اطمینان پیدا کرنے والی ثابت ہوئی۔ میں نے اس مقام کی طرف دیکھا۔ جدہر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنائی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہرا خوش مزاج آدمی ایک اونچے مقام پر کھڑا ہو کر۔ جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہتے ہیں۔ بگل کی قسم سے کوئی چیز ہاتھ میں لئے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی وہ چکر تھا جس کی مدد سے جہاز چلایا کرتے ہیں۔ اور اس وقت دو آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں بگل تھا۔ ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے۔

میں بڑے مستول کے پاس اس لوہے کے بیلن کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رسہ بندھا ہوا تھا اور جہاز اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لئے بغیر چلنا ایک طرف سیدھا کھڑے رہنا بھی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاگ کی بہت سی

مقدار اڑ کر صحن جہاز پر آگرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے صدمہ سے ایک سے دوسرے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چوبی حصہ زور سے چرچراتا مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چیختی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور رسیاں کھڑکھڑاتی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور پرخوف سماں پیدا کر رہا تھا کہ میں اس حیرت انگیز نظارہ کو پہلی مرتبہ دیکھکر حیرت سراسیمگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ کھڑے رہنے کے بعد میں نے معلوم کیا کہ دقیقہ قلیل کے بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدہم ہو جاتی ہے پس میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقعہ کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھمی تو تیز چلکر اس مقام کی طرف گیا جہاں کپتان جہاز کھڑا تھا۔ عین اس موقعہ پر ایک بہت اونچی لہر تختہ جہاز کے اوپر سے گذری جس سے میرے تمام کپڑے بھیگ گئے لیکن مجھے اس کی چنداں پروا نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت مجھے پانی سے بھیگ کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ شدت جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں آخر کار اس مقام تک جا پہنچا۔ جہاں کپتان کھڑا احکام صادر کر رہا تھا اور ایک رسے کو سہارے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی۔ اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لحظہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکزبان ہو کر جواب دیا اور ان کی ملی ہوئی آوازیں جھکڑ کے شور کو چیرتی ہوئی خوش آیند سنائی دیں۔ چنانچہ ایک ثانیہ کے عرصہ میں چھ سات ملاح اس کام کو کرنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "مہربانی سے تھوڑی دیر مجھکو اس جگہ

لیکن جس وقت میں مستول کے نیچے لوہے کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظارہ عجیب کو چاروں طرف پیش آرہا تھا حیرت، خوف دہشت اور سراسیمگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جاگزین ہونا شروع ہوا کہ وہ سب ملاح مطمئن اور لاپرواہ تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ خطرہ کی موجودگی سے واقف ہیں نہ ان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی۔ جو جانتے ہوں کہ موت ہر لحظہ ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور نہیں معلوم کونسا لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ اتنے میں ایک اونچی، پر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرتی سنائی دی جس کا جواب چھ سات ملاحوں نے یکزبان ہو کر دیا "بہت اچھا" اور فوراً اس کام میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گہری دلچسپی اور خطرہ سے لاپرواہی میرے لئے دل میں احساس اطمینان پیدا کرنے والی ثابت ہوئی۔ میں نے اس مقام کی طرف دیکھا۔ جدھر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنائی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہرا خوش مزاج آدمی ایک اونچے مقام پر کھڑا ہو کر۔ جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہتے ہیں۔ بگل کی قسم سے کوئی چیز ہاتھ میں لئے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی وہ چکر تھا جس کی مدد سے جہاز چلایا کرتے ہیں، اور اس وقت دو آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں بگل تھا۔ ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے۔

میں بڑے مستول کے پاس اس لوہے کے بیلن کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رسہ بندھا ہوا تھا اور جہاز اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لئے بغیر چلنا ایک طرف سیدھا کھڑے رہنا بھی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاگ کی بہت سی

مقدار اڑ کر صحن جہاز پر آگرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے صدمہ سے ایک سے دوسرے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چوبی حصہ زور سے چرچراتا مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چیختی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور رسیاں کھڑکھڑاتی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور پرخوف سماں پیدا کر رہا تھا کہ میں اس حیرت انگیز نظارہ کو پہلی مرتبہ دیکھکر حیرت سراسیمگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ کھڑے رہنے کے بعد میں نے معلوم کیا کہ دقفہ قلیل کے بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدہم ہو جاتی ہے پس میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقعہ کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھمی تو تیز چلکر اس مقام کی طرف گیا جہاں کپتان جہاز کھڑا تھا عین اس موقعہ پر ایک بہت اونچی لہر تختہ جہاز کے اوپر سے گذری جس سے میرے تمام کپڑے بھیگ گئے لیکن مجھے اس کی چنداں پروا نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت مجھے پانی سے بھیگ کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ شدت جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں آخر کار اس مقام تک جا پہنچا۔ جہاں کپتان کھڑا احکام صادر کر رہا تھا اور ایک رسے کو سہارے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی۔ اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لحظہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکزبان ہو کر جواب دیا اور ان کی ملی ہوئی آوازیں جھکڑ کے شور کو چیرتی ہوئی خوش آیند سنائی دیں۔ چنانچہ ایک ثانیہ کے عرصہ میں چھ سات ملاح اس کام کو کرنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "مہربانی سے تھوڑی دیر مجھکو اس جگہ

ٹھہرا رہنے دیجئے۔ میں نیچے گرمی میں واپس نہیں جاسکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا" اس نے کسی قدر سختی سے جواب دیا۔ "تم اگر چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو۔ لیکن خبردار کسی چیز کو مضبوط پکڑے رکھنا۔ ورنہ خطرہ کا احتمال ہے" اور اس کے بعد اس نے کچھ اور احکام جاری کرنے شروع کئے جس سے اس کی توجہ دو تین منٹ کے لئے میری طرف سے بالکل ہٹ گئی۔

مستول کے دامن میں کھڑا ہوا میں ایک بہت موٹے رسہ کو مضبوط پکڑے تھوڑی دیر کپتان جہاز کے چہرہ کو گہری توجہ سے دیکھتا رہا۔ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ میری اس درخواست کو جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ قبول کرے گا؟ اور مجھے ساحل تک پہنچانا منظور کرلے گا؟ جس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس کو فاصلہ سے دیکھا۔ تو مجھے اس کی صورت پر خوش مزاجی کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن اب پاس جاکر زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ کی گولائی اور سرخی محض اس کی عمدگی صحت اور طاقت کا نشان تھی۔ ورنہ اس کی نگاہ میں خشونت پائی جاتی تھی اور اس کے چہرہ کے آثار اس بات کا پتہ دیتے تھے۔ کہ وہ ہر معاملہ میں فوری فیصلہ کرنے کا عادی ہے اور جب ایک بار کسی سوال کو ایک طرح طے کردے۔ تو پھر اس فیصلہ سے پیچھے ہٹنا نہیں جانتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہیبت ناک خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ کہ شاید اس کا جہاز سیدھا اس مقام کی طرف چلتا جائے گا۔ جہاں اس کو جانا ہے۔ رستہ میں کسی انگریزی بندرگاہ پر نہ ٹھہرے گا۔ اپنی اس محدود جغرافیائی واقفیت کی بنا پر جو مجھ کو عرصہ تعلیم میں حاصل ہوئی تھی میں آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ رامسگیٹ سے گذر جانے کے بعد ڈیل اور ڈوور یہی دو قریبی مقام ہیں جن میں جہاز خشکی کے پاس ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں نے خشکی کی طرف دیکھا۔ جہاز ان اونچے کراروں سے بچنے کے لئے جن پر کسی قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی جو میرے خیال میں روشنی کا مینار تھا۔ ایک معمولی چکر کاٹ رہا تھا اس سے میں نے اندازہ کیا کہ غالباً اسی مقام کا نام نارتھ فورلینڈ ہے جس کا ذکر میری کیبن کے کسی مسافر نے کیا تھا۔

"کپتان صاحب" میں نے اس کی خاموشی کے ایک عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر کہا اور

اس نے میری آواز سنکر جلدی سے میری طرف آنکھیں پھیر لیں" جس طرح بھی ممکن ہو۔ آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ در اصل مجھکو میری منشا کے خلاف اس جہاز پر سوار کیا گیا ہے۔ مجھ سے سخت دھوکا بازی کی گئی ہے۔ فی الحقیقت جو لوگ مجھے چھوڑنے کے لئے آئے۔ وہ مجھکو شراب پلا کر مدہوش کر چکے تھے" یہ الفاظ اس نے شور عناصر پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہوئے غیر معمولی اونچی آواز سے کہے۔

" لڑکے۔ بکواس نہ کر" کپتان نے جھلا کر مجھ سے کہا۔ "مجھے تیری ان بیہودہ باتوں کو سننے یا ان کا جواب دینے کی فرصت نہیں ہے۔ تیرا اپنا ماموں تیری نسبت سارے حالات پہلے ہی بیان کر گیا تھا۔ اس لئے تیری یہ جھوٹی سچی باتیں میرے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کر سکیں گی اور تم اس وقت تک میری حفاظت میں رہو گے۔ حتیٰ کہ یہ جہاز نیو ساؤتھ ویلز کے بندر جکسن میں بحفاظت لنگر انداز ہو اس جگہ تم کو تمہارے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام"

" لیکن بندہ نواز میرا کوئی رشتہ دار اس جگہ نہیں رہتا" میں نے پر وحشت انداز سے کہا " یہ سب اسی خوفناک سازش کا ایک سلسلہ ہے۔ جو میرے برخلاف سوچی گئی ہے۔"

" خبردار!... دیکھو پانی آتا ہے!" کپتان نے گرجتے ہوئے کہا اور عین اس وقت پانی کی ایک بہت بڑی لہر اس زور سے تختہ جہاز پر [illegible] بھٹی کہ میں بے اختیار چوبی فرش پر گر پڑا۔ لیکن گو مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ اور چند لمحوں کے لئے وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ جو کسی بدنصیب کی غرق ہونے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ تو بھی میں نے لوہے کے ستون کو بڑی مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

آخر جب لہر کا پانی پھر ایک بار پیچھے ہٹ گیا۔ تو کپتان نے سختی سے مجھ کو کہا۔ "بس اب بہتر یہی ہے کہ تم نیچے اتر جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تم یقینی طور پر پانی کے ساتھ بہہ جاؤ گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ موسم کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔"

" جی ہاں ٹھیک ہوتی جا رہی ہے۔" ان دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا جو چکر کے پاس متعین تھے لیکن گو ان چار دل کی یعنی میری۔ کپتان اور ان دو آدمیوں کی حالت پانی میں ڈوبے ہوئے چوہوں سے ملتی تھی۔ تاہم وہ تینوں سالخوردہ ملاحوں کی طرح اپنی حالت سے بالکل لاپرواہ تھے جا نانکہ

میں سردی محسوس نہ کرتے ہوئے بھی "کیپلے کیپر" دل کی وجہ سے سخت پریشانی محسوس کر رہا تھا۔
"کیا تم سنتے نہیں ہو؟" کپتان نے پھر ایک بار سختی سے کہا۔ "جاؤ جا کے اپنی کیبن میں آرام کرو۔ جاؤ فوراً چلے جاؤ"۔ اور اس کے بعد پھر ایک بار اس نے دہی نگل نما چیز منہ سے لگا کے گرجتی ہوئی آواز میں تازہ احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس اثنا میں ہوا کی تندی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور کئی اور بادبان تہ کئے جانے تھے۔
"نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت مایوسی نے میرے اندر وہ غیر معمولی دلیری پیدا کر دی۔ جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی "میں ہرگز نیچے نہ جاؤں گا میں ہرگز ہرگز اس جہاز میں سفر کرنا نہیں چاہتا"!
"لیکن اس میں تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی سوال نہیں"۔ کپتان نے غصہ سے تختہ جہاز پر پیر مارتے ہوئے کہا "کم از کم فی الحال تم کو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں اگر تم کو خشکی پر اتارنے کا فیصلہ بھی کر لوں تو عملی طور پر ایسا نہیں کر سکتا۔ موسم کی موجودہ خراب حالت میں جہاز کو کسی بندرگاہ میں لے جانا خارج از بحث ہے رہ گیا لنگر ڈالنے کا سوال۔ تو ڈاڈنسر میں پہنچنے تک اس کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ ڈاڈنسر میں پہنچ کر میں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو سنونگا اور اس کے بعد جو کچھ مجھے کرنا ہوگا۔ اس کا بھی فیصلہ کروں گا"۔
کپتان کے آخری الفاظ سے کسی حد تک میری دلجمعی ہو گئی۔ مجھ کو معلوم تھا کہ ڈاڈنسر کا وہ مقام جس کا کپتان نے ذکر کیا۔ ڈیل اور گڈون سینڈس کے درمیان لنگر ڈالنے کے لئے ہر طرح محفوظ ہے۔ غالباً کپتان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے جہاز کو اس وقت تک اسی محفوظ مقام میں لنگر انداز رکھے گا جبتک کہ طوفان گذر جائے یا اس کی شدت میں کمی واقع ہو۔ علاوہ بریں اس کا یہ کہنا کہ میں وہاں پہنچکر تمہاری داستان سنوں گا۔ ایک اور وجہ سے بھی میرے لئے باعث تسکین تھا۔ کیونکہ اس سے میرے دل کو پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کے روبرو سارے حالات بیان کر کے اپنے نام نہاد ماموں کی عیارانہ سازش کو پوری طرح واضح کر سکونگا۔

چنانچہ اس خیال سے کہ میری ضد اس کو ناراضگی کا موقعہ نہ دے میں نے جہاز کی حرکت ذرا سی کم ہوتے دیکھکر پھر اسی مقام کی طرف لوٹنا شروع کیا۔ جہاں نیچے اترنے کا رستہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران میں ہوا کی شدت چونکہ غیر معمولی طور پر بڑھ چکی تھی۔ فلک بوس موجیں ہیبت ناک بلندی حاصل کر رہی تھیں۔ جہاز بھی زیادہ تیز حرکت کرنے لگا تھا اور لہریں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صحن جہاز پر آ کے پھٹتی تھیں۔ اس نے میری واپسی کا عمل غیر معمولی سست اور دقت طلب ثابت ہوا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جس تیزی سے طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی۔ اسی پھرتی سے ملاح اپنے کاموں کو سرانجام دینے میں مشغول تھے اور اسی سرعت رفتار سے کپتان کے احکام ترقی کر رہے تھے۔ بہرحال کسی طرح کی گھبراہٹ نہ کپتان کے لہجہ اور نہ ملاحوں کے کام کرنے کے طریقہ میں پائی جاتی تھی۔ سب کام غیر معمولی ضبط و سکون کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ایسی خطرناک حالت میں بھی عملہ جہاز کے انداز سے کسی طرح کا اضطراب یا بے چینی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

کپتان کا حکم پا کر میں اس مقام کی طرف لوٹ دیا۔ جہاں نیچے جانے کا دروازہ بنا ہوا تھا مگر آدھا رستہ طے کرکے چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ کیونکہ پھر ایک بار اسی گندی اور کثیف ہوا میں جلنے کا خیال جس سے باہر نکلا تھا میرے لئے سخت ذہنی تکلیف کا باعث تھا۔ اس کے علاوہ ایک خیال اور بھی میرے دل میں پیدا ہوا یعنی یہ کہ اگر بدترین حالات پیش آئے اور جہاز بدقسمتی سے اس طوفان قیامت خیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔ تو ایسی حالت میں میرے لئے صحن جہاز پر رہتے ہوئے نچلے درجہ کی کیبن میں بند ہونے کے مقابلہ میں بچاؤ کی بہت زیادہ امید تھی۔ اس اثنا میں تختہ جہاز پر ملاحوں کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میری موجودگی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا پس نیچے اترنے کے دروازہ کی طرف جانے کی بجائے میں بڑے مستول کے پاس پہنچکر اس خیال سے اس کے پیچھے چھپ گیا کہ کپتان کو میری موجودگی کا حال معلوم نہ ہوسکیگا۔ کیونکہ یہ جگہ اس کی نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی۔ پھر اس جگہ تختہ جہاز پر ٹھکوں میں سے ایک بہت موٹے رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں بیمار نہ تھا۔ میں اب کمزور بھی نہ تھا۔ اس کے

باوجود لاتعداد اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جس طرح ممکن ہو میں نے اپنی جان کی حفاظت کا مصمم ارادہ کر لیا عہد گذشتہ کے واقعات تصویروں کی مانند دماغ کے سامنے سے گذرنے لگے۔ ہر چند کسی وجہ نامعلوم سے ایک آدمی میرے درپے آزار تھا تاہم میں اس آدمی کی بیٹی کی خاطر (جو میرا دشمن جانی ثابت ہو رہا تھا) زندہ رہنا چاہتا تھا چنانچہ اس جگہ بیٹھکر میں بڑی دیر تک قادر مطلق کے حضور میں اپنی حفاظت اور درازی عمر کیلئے دعا کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ گردونواح کے حالات بھیانک صورت اختیار کرنے لگے۔ جنگ عناصر نے اتنی مہیب صورت اختیار کی کہ میں اس کا نقشہ صحیح طور پر لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ سطح آسمان پر کالے بادل اس طرح تیزی کے ساتھ چھا گئے کہ معلوم ہوتا تھا ایک سیاہ چادر حد نگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ طوفان کی خوفناک طاقتیں جن کے اندھیرے کی پشت پر چھپی ہوئی ہیں۔ سمندر کسی بپھرے ہوئے دیو کی مانند جوش و خروش ظاہر کرتا تھا اور بحری مرغابیوں کے پروں سے بھی زیادہ سپید جھاگ لہروں کی چوٹیوں پر اڑتے نظر آتے تھے۔ آندھی کی تیزی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ عالیشان جہاز تاب مقابلہ نہ لا کر کسی چھوٹے سے ڈاٹ کی مانند طوفان خیز موجوں پر بے تابانہ حرکت کر رہا تھا۔ اوقات بعید میں موجوں کی پشت پر داہنے ہاتھ کی سمت میں خشک زمین جس کی سیاہی کو کھریا مٹی کے سپید ٹیلے پورے طور پر نمایاں کرتے تھے۔ نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً جس وقت پانی کی لہر جہاز کے نیچے سے ہو کر نکل جاتی اور جہاز پھر ایک بار اصلی سطح پر آجاتا۔ تو چاروں طرف کھولتا ہوا پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔

ملاحوں نے کپتان کا حکم پا کر کچھ اور بادبان اتار دیئے۔ اتنے میں ایک آدمی نے مجھکو مستول کی اوجھل میں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے لہجہ اصرار میں مجھ کو نیچے اتر جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی گالی دیکر کہنے لگا۔ کہ جب کسی دوسرے مسافر کو اوپر آنے نہیں دیا گیا۔ تو تم کیوں اس جگہ آئے ہو؟ چنانچہ سیڑھیوں کا دروازہ بھی اسی خیال سے بند رکھا گیا ہے کہ کوئی اوپر نہ آنے پائے۔ میں نے منت اس سے کہا۔ کہ آپ مجھے اسی جگہ رہنے دو۔

میں اس عنایت کے لئے تازیست شکر گذار رہوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مجھے نیچے اتر جانے پر مجبور کرتا۔ اگر ایک فوری کام اسے جہاز کے ایک اور حصہ میں لے جانے کا ذریعہ ثابت نہ ہوتا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ صحن جہاز کے اس حصہ میں جدھر میں اس وقت کھڑا تھا دو بڑی کشتیاں مویشی اور بھیڑوں سے بھری ہوئی رکھی تھیں جس وقت طوفان کی بڑھی ہوئی شدت کی وجہ سے جہاز کی حرکت تیز ہوتی تو بدنصیب حیوان بڑے زور سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور دردناک آوازیں پیدا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ٹاپے مرغیوں سے بھرے ہوئے اس جگہ موجود تھے۔ لیکن پانی کے بار بار صحن جہاز پر پھیر جانے کی وجہ سے یہ سارے جانور نیم غرقابی کی حالت میں قریب المرگ پڑے تھے۔

رامسگیٹ تھوڑی دیر پہلے دائیں طرف کو ہمارے پیچھے رہ گیا تھا اور مجھکو معلوم تھا کہ جہاز اب ڈاؤنز کے قریب پہنچنے لگا ہے۔ دفعتاً شور برپا ہوا کہ جہاز میں پانی داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی وقت پمپوں کی مدد سے پانی نکالنے کی کوشش شروع کی گئی۔ اور ملاحوں نے اس سلسلہ میں ادھر سے ادھر جانا شروع کیا۔ میں نے کئی شخصوں کو روک کر ان کی زبانی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا کوئی بڑا خطرہ جہاز کو درپیش ہے؟ مگر یا تو انہوں نے میرے سوال کو سنا ہی نہیں یا قصداً لاپروائی سے ان سنا کر دیا بہر حال کسی نے میری بات کا جواب دینے کی پروا نہیں کی۔ اتنے میں پھر ایک بار مجھکو نیچے اتر جانے کا حکم دیا گیا۔ اور اسی وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شائد اگر میں کوئی کام کرنے لگ جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس جگہ ٹھہرنے کی اجازت دیدیں۔ چنانچہ جلدی سے اٹھکر میں ایک پمپ کے پاس گیا اور اس کو اس قدر تیزی اور مستعدی سے چلانا شروع کیا کہ اکثر ملاحوں کے منہ سے الفاظ تحسین بلند ہوئے۔ میں اس اختیاری مشقت کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ گو میری طاقت بڑی حد تک زائل ہونے لگی تھی کہ دفعتاً میں ایک صدمہ عظیم کی وجہ سے تختہ جہاز پر گر پڑا اور اس کے فوراً بعد ایک بہت بڑی لہر صحن جہاز پر آکر پھیلی۔ بعد کا حال اتنا ہی مجھکو یاد ہے کہ

کوئی نامعلوم طاقت مجھ بدنصیب کو گھپ اندھیرے میں آگے ہی آگے دھکیلنے لگی اور اس وقت خیال کی تیزی سے یہ اندیشہ ... یہ خوفناک روح فرسا اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں پانی کے زور سے سمندر کی طرف بہا چلا جاتا ہوں۔ اور اب کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی۔ اس خیال سے کہ میں کسی چیز کو پکڑ کر شاید زندہ بچ سکوں۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ادہر ادہر ہاتھ پھیلانے کی کوشش شروع کی۔ اس وقت، دفعتاً میرا ہاتھ کسی چیز کو لگا۔ جسے میں نے مایوسی کی طاقت سے پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا ایک لمحہ کے عرصہ میں وہ تاریکی جو میرے پانی میں گھر جانے سے پیدا ہوئی تھی رفع ہو گئی اور پھر ایک بار دن کی روشنی نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں سطح آب پر بہہ رہا ہوں لیکن ... اُف، میرے خدا! میں پانی کے ساتھ ساتھ بہہ کر جہاز سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اور اس وقت صرف ایک مرغی کا ٹاپہ میرے ہاتھ میں تھا۔ بس یہی وہ چیز تھی جسے میں نے عالم یاس میں بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور جس کی مدد سے میں اس وقت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔

اس حالت کو دیکھکر جو کیفیت میرے دل و دماغ کی ہوئی جس طرح لاتعداد اندیشے میری روح کو پریشان کرنے لگے اور جو جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ان سب کا حال بیان کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تو بھی جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا ہی کافی سمجھتا ہے۔ میں نے اس ٹاپے کو بڑی استواری کے ساتھ پکڑے رکھا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے اور یقینی موت کے درمیان اب وہی حد فاصل ہے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ پرشور موجیں دیوانہ وار جہاز کے ساتھ ٹکراتی تھیں اور وہ بے حرکت ایک مقام پر پڑا تھا اس سے معلوم ہو گیا کہ غالباً وہ گڈون سینڈس کے پاس پہنچکر ریتیلی زمین کے ساتھ لگ گیا ہے کیونکہ یہی وہ خوفناک مقام ہے جہاں لاتعداد جہاز تلف ہوئے ہیں اور جہاں اتنی دولت جو دنیا کی ساری آبادی کو مفلسی سے نکالکر درجہ تمول پر پہنچا سکتی ضائع ہوئی۔ بے شمار جانیں اس خونی مقام کی بھینٹ ہو چکی ہیں ... لیکن حالات بتلاتے ہیں میرے لئے

اس سلسلہ خیال کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا غیر ممکن تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرہ میں تھی صرف وہ لکڑی کا بنا ہوا کمزور ٹاپا میرے اور غرقابی کی موت کے درمیان حائل تھا۔

لہریں حیرت انگیز تیزی رفتار سے اُٹھ رہی تھیں اور ان کے جھاگ اڑ اڑ کر میرے منہ پر گرتے تھے جب کبھی میں لہروں کی درمیانی گہرائی میں گرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا اندھیرا نظروں کے سامنے چھا رہا ہے لیکن جب کوئی بہت اونچی لہر مجھے اپنی بلندی پر اٹھا لیتی تو میری نگاہ بے اختیاری میں غرق ہوتے ہوئے جہاز کی طرف جاتی جس کے اطراف میں پرشور موجیں بڑے زور کے ساتھ اٹھتی اور اس کے پہلوؤں سے ٹکراتی نظر آتی تھیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے دیکھا تو صرف ایک مستول غائب تھا دوسری بار دوسرا غائب ہو گیا مگر تیسری بار قطعاً صفائی ہو گئی یہ میں نہیں جانتا۔ یہ میرا وہم تھا یا کیا۔ بہرحال پرجوش طوفان میں چھپی ہوئی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں میں آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوبتے ہوئے مردوں عورتوں اور بچوں کا شور پرجوش عناصر کی تہ میں چھپا ہوا سنائی دیتا ہو لیکن گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھکو سنائی دیں حقیقی تھیں یا فرضی تاہم مجھکو وہ اس طرح معلوم ہوئیں۔ گویا حقیقت میں سنائی دیتی ہوں۔ چنانچہ اب بھی جب اس ہولناک سانحہ کو پیش آئے سالہا سال کا عرصہ گذر چکا ہے بارہا جب اس خوفناک نظارہ کی یاد تازہ ہوتی ہے تو ان چیخوں کا شور میرے دماغ میں گونج پیدا کرتا سنائی دیتا ہے اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھ کو سنائی دیں اصلی اور حقیقی تھیں۔

اتنے میں جوار کی تیز لہر مجھکو لیکر اپنے ساتھ بہانے لگی تھی۔ میرے ہاتھ شل ہو رہے تھے۔ تو بھی میں اس ٹاپے کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ کیونکہ مجھکو معلوم تھا کہ میری زندگی کا دارومدار اس ٹاپے کی سلامتی پر ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طاقت گھٹنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی آہستہ آہستہ میرے بدن سے خارج ہونے لگی ہے۔ مجھے اپنا بدن سن ہوتا معلوم ہوا پرجوش طوفان کی آوازیں مدہم اور غیر واضح ہونے لگیں یہانتک کہ آخرکار

صرف ایک ملا ہوا وحشت خیز شور مجھے اپنے کانوں میں آتا معلوم ہوتا ہم اتنا مجھکو یاد ہے کہ اس وقت بھی جو میرے خیالات کی انجمن ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ تو ایک تصویر تب بھی میرے ذہن میں واضح اور صاف باقی تھی اور وہ اینبل کی تصویر تھی۔ بہر حال اس حالت میں پھر کبھی مجھکو اس تصویر کا اصل دیکھنے کی امید نہ تھی فی الحقیقت امید کا احساس ہی میرے اندر تلف ہو چکا تھا یا یوں کہنا چاہیئے کہ میں اپنی اصلی حالت پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔ بدنی قوے سن ہو گئے تھے البتہ ظاہری مردہ بدن میں زندگی کا ایک شرارہ باقی تھا اور اس کی روشنی میں جو چیز مجھکو نظر آتی تھی وہ میری اینبل کی دلربا تصویر تھی۔

دفعتاً ایک انسانی آواز نے مجھکو اس خواب کی سی حالت سے چونکا دیا۔ زندگی کا بجھتا ہوا شرارہ اس آواز کو سنکر پھر روشن ہوا۔ اور جب ایک اونچی لہر مجھے اپنی چوٹی پر لیکر اٹھی تو مجھے تھوڑے فاصلہ پر ایک کشتی نظر آئی۔ صرف ایک بادبان جس میں تنا ہوا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک آدمی اس میں اِدھر اُدھر رومال اس قسم کی کوئی اور چیز ہلاتا اور مجھے امداد قریب ہونے کا یقین دلانا چاہتا ہے۔ ایک لحظہ کے عرصہ قلیل میں مجھکو اس کشتی پر کھینچ لیا گیا اور اس وقت فوری خطرہ سے نکلکر سلامتی کی منزل پر پہنچ جانے کے احساس نے کچھ اس طرح سے مراجعانہ اثرات پیدا کئے کہ میں پھر ایک بار غش کر گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ کشتی دور تول سے ایک جہاز کے پاس کھڑی تھی جس کے بعد فوراً ہی مجھکو کشتی سے نکالکر اسی جہاز پر پہنچایا گیا۔ ایماندار چہرے جن پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات نمایاں تھے میرے اوپر جھک کے نظر عنایت سے دیکھنے لگے اور ان کی نگاہ سے میری حیرت انگیز سلامتی پر مبارکباد کے خاموش الفاظ ادا ہوئے مگر جب اس کے بعد ان لوگوں نے مجھکو مخاطب کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا ان کی بولی مختلف تھی اور وہ کسی اور ملک کے باشندے تھے۔ میرے اپنے الفاظ یقیناً ان کے لئے ناقابل فہم ہوتے۔ تاہم میں نے نگاہ سے جہانتک ممکن تھا ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اس قادر مطلق کا شکرانہ ادا کیا جس نے اس عجیب اور حیرت انگیز طریقہ پر مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا جلدی ہی چند آدمی مجھے کپتان کی کیبن تک لے گئے۔ میرے گیلے کپڑے اتار کر صاف ستھرے کپڑے پہنائے گئے۔ پھر مجھے بستر پر

مٹا دیا گیا۔ اور طاقت بخش دوائیں دی جانے لگیں۔ چونکہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر بالکل تھکا ماندہ تھا اس لے جلدی ہی آنکھ لگ گئی اور میں کئی گھنٹے بے خبر سوتا رہا۔ پھر جب آنکھ کھلی۔ تو میں تازہ دم ہو چکا تھا اس وقت میرے لئے کھانا مہیا کیا گیا اور اسے کھا کر میرے تن مردہ میں نئی جان آ گئی

معلوم ہوا جہاز کا کپتان ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا اور کسی حد تک اس زبان کو سمجھتا تھا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک ولندیزی جہاز ہے۔ اور اس وقت راٹرڈم کی طرف جا رہا ہے جس جہاز پر مجھکو بدیگ۔ وال میں سوار کیا گیا۔ اور جسے میں نے اپنی آنکھوں سے غرق ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے بارہ میں کسی طرح کے سوالات پوچھتے ہوئے میرے جی کو سخت دہشت ہوتی تھی۔ تو بھی میرا خیال ہے ان لوگوں نے میری نگاہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میں اس جہاز کے انجام کے بارہ میں صحیح حالات تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ سنگدل کپتان نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے امداد کے لیے کشتیاں بھیجی تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جہاز کے قریب پہنچ سکیں جہاز جوش طوفان سے پاش پاش ہو گیا اور ملاحوں اور مسافروں میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔ صرف میں ہی ایک ایسا خوش نصیب تھا۔ جو حالات کے معجزانہ اثرات سے زندہ رہ گیا۔ ورنہ جس قدر آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ وہ سب . . محض اندازہ کے طور پر نہیں بلکہ یقیناً اور حقیقتاً غرقاب ہوئے۔ ہر چند وہ لوگ جو اس جہاز پر سوار تھے سب کے سب میرے لیے اجنبی تھے۔ تاہم اس سانحہ کو سنکر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلے اور پھر اکیلا میں نے اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جو اپنے ناقابل فہم طریقوں پر انسان کی زندگی اور موت کے سوالوں کو طے کیا کرتا ہے۔

---

# باب ۴۲

## سکاٹ لینڈ

ولندیزی کپتان کے روبرو ان حالات کی تفصیل غیر ضروری تھی جن میں مجھکو غرق ہونے والے جہاز پر

سوار کیا گیا تھا۔ پس میں قصداً اس بارہ میں خاموش رہا۔ ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بعض خاص وجوہ ایسی تھیں۔ جن سے میں مسٹر لینوور کو اس کے کینہ آمیز دہشت خیز حملوں کے باوجود سزا اور تشہیر سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ ایبل کی خاطر میں ان سب مصیبتوں اور تکلیفوں بلکہ ان سے بھی دو چند زیادہ آفتوں کو بخوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ پس میں نے اس نئے جہاز کے کپتان سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ میں تارکان وطن کی ایک جماعت کے ساتھ اس جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ مگر اب اپنا عزم سفر فسخ کر کے جسقدر جلد ممکن ہو۔ واپس انگلستان پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب قدرتی طور پر یہی سمجھا گیا۔ کہ میرا سب اسباب چونکہ غرق شدہ جہاز کے ساتھ تلف ہو چکا ہے۔ اس لئے میں سفر جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری نہ سمجھی۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ مجھکو جہاز پر سوار کراتے وقت مسٹر لینوور نے دکھاوے کے لئے نیز باقی مسافروں کا اطمینان کرانے کی غرض سے کپڑوں کا ایک صندوق . . . میرے نئے جہاز پر رکھوا دیا ہوگا۔ خیر دلندیزی جہاز ران نے جو ایک بڑا نیک باطن رحمدل آدمی تھا۔ مجھ کو ہر طرح تسلی دی اور کہا کہ راٹرڈم پہنچکر ضرورتیں انگلستان پہنچنے کا مناسب انتظام کر دیا جائیگا۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میں نے اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

القصہ ہمارا جہاز وقت مقررہ پر کسی نئے حادثہ کے بغیر راٹرڈم پہنچ گیا اور کپتان نے جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا۔ مجھے اپنے ساتھ گھر چلنے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ تین سال کے لمبے سفر کے بعد واپس آیا تھا اس لئے اس کے اپنے کنبہ سے دوبارہ ملنے کا نظارہ ایک ہی وقت میں بڑا رقت انگیز اور راحت خیز تھا۔ اس کی بی بی خوبصورت۔ گداز بدن کی عورت تھی اور ان کے چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جو سب اس سے دوبارہ ملکر بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا جہاز جاوا وغیرہ کئی دور افتادہ جزیروں کی سیاحت کر کے آیا تھا۔ کپتان کو اصرار تھا کہ بجائے صحت کی غرض سے مجھے چند دن اس کے ہاں مہمان رہنا چاہیئے۔ اور گو میں نے بہت نہ کی۔ تاہم آخرکار اس کی بڑھی ہوئی عنایت کے روبرو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک لمبے سفر کے بعد واپس آنے پر کپتان کو کئی دن تک مصروفیت رہی۔ دن میں کئی کئی بار بندرگاہ پر جانا اور مالکان جہاز کے دفتر کے پھیرے کرنا پڑتا تھا۔ کئی ایک کام تھے۔ جنہیں

اس کو اتنے ہی پورا کرنا تھا۔ بہرحال جب چند دن کے بعد اس کو ان کاموں سے فراغت ہوئی۔ تو اس نے میری نسبت استفسارات شروع کئے۔ اب تک اس کے سوالات محض رسمی تھے۔ مگر اب اس نے میرے حالات اور آئندہ ارادوں کے بارہ میں ہر ایک بات گہرے تجسس سے معلوم کرنی شروع کی۔ اس وقت میں نے بیان کیا کہ میرے بعض دوست سکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں اور میں جس قدر جلد ممکن ہو ان کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہاں مجھکو گھر جیسا آرام حاصل ہوگا یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرا مقصد ارنج متھگلن پہنچ کر نئی ملازمت شروع کرنیکا تھا۔ کپتان کو جس وقت معلوم ہوا کہ میں انگلستان نہیں سکاٹ لینڈ جانا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک دوست ایک تجارتی جہاز کا کپتان ہے۔ جو عنقریب شہر ڈنڈی کو روانہ ہوگا۔ اس جہاز پر نہ صرف تمہارے سفر کا انتظام بلا کرایہ کر دیا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں کسی قسم کی تکلیف بھی تم کو نہ ہوگی۔ میں نے اس تجویز کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان نے رخصت کرنے وقت نہ صرف مجھے اپنے پاس سے لباس تبدیل کرنے کے کپڑے دیئے بلکہ اس بات پر بھی اصرار کیا کہ ڈنڈی سے آگے سفر جاری رکھنے کی سہولت کے خیال سے میں کچھ روپیہ اس سے لے لوں۔ میں نے اس تازہ احسان کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ روپیہ قرض حسنہ سمجھا جائے۔ جسے موقعہ ملنے پر فوراً واپس کر دیا جائیگا۔ کپتان نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا بہت اچھا تمہاری خوشی مجھکو منظور ہے۔

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک چٹھی گریس چرچ سٹریٹ لندن کی کراس کیز نامی سرائے کے مالک کے نام لکھی جس میں درخواست کی کہ میرا صندوق جو اس جگہ رہگیا تھا۔ محفوظ ذریعہ سے ارنج متھگلن واقع پرتھ شائر میں مسٹر ونیاچ کے مکان پر بھیج دیا جائے اور اگر آپ اپنے مطالبات کا بل وہیں میرے نام روانہ کریں تو اس کی ادائیگی بلا تامل کر دی جائے گی۔ سرائے سے اپنی فوری رخصت کے بارہ میں میں نے کوئی تشریح ضروری نہ سمجھی۔ کیونکہ لاحاصل جھوٹ مجھکو نامنظور تھا اور حقیقت حال کا اظہار خارج از بحث۔ غرض جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ میں کپتان جہاز اور اس کے اہل خانہ کی عنایتوں کا بار بار شکریہ ادا کرتا ہوا ٹارڈم سے رخصت ہوا اور اس نئے

جہاز پر سوار ہو گیا جسے ڈنڈی جانا تھا۔ رستہ میں نہ صرف کپتان جہاز بلکہ اس کے سارے عملے نے (غالباً اسی پہلے کپتان کی سفارش پر) مجھ سے انتہائی رعایت کا سلوک کیا۔ نہ انہوں نے مجھ سے کرایہ لینا منظور کیا اور نہ خوراک کا صرفہ۔ چھ بجے شام کا وقت تھا کہ ہمارا جہاز ڈنڈی پہنچا۔ اور چونکہ کوئی گاڑی اگلی صبح تک پرتھ کی طرف روانہ نہ ہوتی تھی۔ اس لئے عارضی طور پر بندرگاہ کے پاس ہی ایک سرائے میں قیام کرنا پڑا۔ کھانا کھاتے رات ہو گئی۔ اس وقت شہر دیکھنے باہر جانا چونکہ بے سود تھا۔ اس لئے میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔

لیکن نہیں یہ کہنا غلط ہے کہ میں جلدی ہی پڑ کر سو گیا۔ کیونکہ نیند آنے سے پہلے لاتعداد گونا گوں خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ اور میں نے گذشتہ چند یوم کے سارے واقعات پر ایک نظر باز ڈالی۔ سچ پوچھئے تو اس چند دن کے مختصر عرصہ نے میری عجیب و غریب زندگی میں کئی حیرت انگیز موقعے پیدا کئے تھے۔ پہلے میں قید ہوا۔ اس کے بعد دھوکے سے مجھکو ایک جہاز پر سوار کیا گیا جو تارکان وطن کی ایک جماعت کو کسی دور افتادہ مقام کی طرف لیجا رہا تھا۔ پھر رستہ میں وہ جہاز غرق ہوا۔ مگر کسی معجزہ غیبی سے میری زندگی بچ گئی۔ ان ہوشناک مصیبتوں کے بعد میں ایک ایسے شخص کا مہمان ہوا۔ جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا اور جس نے اجنبی ہوتے ہوئے بھی مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا جس کو میں عمر بھر فراموش نہ کرسکتا تھا۔ غرض اب میں آخر کار سکاٹ لینڈ پہنچ چکا تھا اور امید کامل تھی کہ اگر کوئی نئی مصیبت نازل نہ ہوئی تو کل تک اس مقام پر جا پہنچوں گا جہاں ارل آف منڈی ول نے میرے لئے ملازمت کا انتظام کیا تھا۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رو مسٹر لینوور کے حیرت انگیز طرز عمل کی طرف بھی گئی۔ مگر جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا کہ کیوں یہ شخص مجھ سے اس قدر سختی اور ظلم کا برتاؤ کرتا ہے۔ اتنا ہی یہ معاملہ زیادہ پر راز بنتا گیا۔ بارہا دل میں سوچتا تھا کیا وہ سچ مچ میرا ماموں ہے؟ اور اگر ہے تو کس لئے وہ مجھکو اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کوئی ایسی جائداد یا ورثہ حاصل کرنے کے لئے جس کا جائز حقدار میں ہوں؟ لیکن

پھر سوچ آئی کہ یہ ایک ناممکن سا خیال ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو اس کے لئے عمل کی بہترین صورت یہ تھی کہ وہ اصل جائداد یا ورثہ کی موجودگی کو میری نظروں سے چھپائے رکھے اور خود مزے اڑائے۔ اپنی لاعلمی کی صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اس سے اس بارہ میں کسی طرح کا مطالبہ کرتا۔ لیکن بالفرض وہ میرا ماموں نہ ہو۔ وہ میرا کوئی دور کا رشتہ دار بھی نہ ہو اور کسی ایسی جائداد کا وجود بھی فرضی اور موہوم ہو تو پھر ... اس صورت میں اس کا طرز عمل اور بھی زیادہ پراسرار اور ناقابل فہم دکھائی دیتا تھا۔ کیا اس کے سوا کوئی شخص اور تھا۔ جو میری زندگی یا انگلستان میں میری موجودگی کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتا تھا یا ...؟ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ سب فرضی قیاسات تھے جو بڑی دیر تک میرے دل میں پیدا ہوتے رہے میرے لئے ان کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا محال وغیر ممکن تھا۔

اور اب میری توجہ حادثہ جہاز کے بعد پہلی مرتبہ اپنی مخصوص حالت کی طرف بھی گئی یعنی اب مجھکو خیال آیا کہ ممکن ہے جہاز کی تباہی کا واقعہ در پردہ میرے لئے باعث رحمت ثابت ہو اور وہ اس طرح کہ مسٹر لینیور اس کا حال سنکر یہ جان لینے کے بعد کہ جتنے آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ سب کے سب غرق ہوگئے۔ مجھے بھی مردہ تصور کرلے اور آئندہ کیلئے مجھے اس کے نئے مظالم کا شکار نہ بننا پڑے۔ یعنی اس وقت تک کہ اتفاقی حالات پھر اس حقیقت کو اس کے کانوں تک پہنچا دیں کہ میں اب تک روئے زمین پر زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں۔ لیکن آہ۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا بھیانک خیال اور بھی دل میں پیدا ہوا۔ ممکن تھا میری موت کی خبر کسی طرح اینیل کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور گو مجھکو یقین تھا کہ اس کو مجھ سے گہری اور نہ ختم ہونے والی پاک محبت ہے۔ تاہم ممکن تھا کہ کچھ عرصہ غم کرنے کے بعد وہ آخر کار مرضی ادلے پر شاکر وقانع ہو جائے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غم کا اثر کم ہونا شروع ہو اور کچھ عرصہ گذر جانے پر وہ کسی دوسرے آدمی کی باتوں سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا منظور کرلے۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی غم کے بادل میرے دل پر چھا گئے

شروع ہوئے۔ کیونکہ میں نے دیکھا اپنے زندہ رہ جانے کے واقعہ کو اس کے کانوں تک پہنچانا
کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دیر تک میں اس فکر وغم سے نڈھال رہا۔ لیکن جب اس کے بعد رفتہ
رفتہ مجھ پر سکون طاری ہوا اور میں سارے حالات کو اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کے قابل
ہوگیا۔ تو خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ مسٹر لینوڈر اپنی بیٹی یا پی پی کے روبرو میرا
نام لے یا میرے بارہ میں کسی طرح کا ذکر چھیڑے۔ چنانچہ جتنا زیادہ میں نے معاملہ کے اس
پہلو کو سوچا۔ اتنی ہی پختگی سے یہ یقین ذہن نشین ہوگیا کہ وہ میرے بارہ میں لازماً خاموش رہیگا۔
کیونکہ اسے اس بات کا ڈر ہوگا کہ شائد اس سلسلہ میں کسی طرح یہ واقعہ روشنی میں آجائے کہ وہی مجھکو اس منحوس
جہاز پر سوار کرنے کا ذریعہ بنا تھا۔ جو آگے چلکر تباہ ہوا۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے یہ سوچکر اپنے جی کو
تسلی دی کہ وہ اس اطلاع کو ہی کافی سمجھے گا کہ اس بدنصیب جہاز کے ساتھ میری زندگی کا خاتمہ ہوگیا اور
قطع نظر اس بات کے کہ کس لئے مجھکو انگلستان سے رخصت کرنا چاہتا تھا یہ جان کر مطمئن ہوگا کہ میں
اب عالم موجودات میں باقی نہیں ہوں اور جہاز کی غرقابی نے وہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ جو اس کے پیش نظر
تھا۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے میرے جی کو بڑی حد تک اطمینان ہوگیا۔ گو اس کے باوجود البتہ
اب بھی پریشان کر رہا تھا کہ جب مسٹر لینوڈر کو جو میرا دشمن جانی ہے یہ معلوم ہوگیا کہ میں اب تک زندہ
ہوں۔ تو اینیل سے میری شادی کی امید پہلے سے بھی زیادہ موہوم ہو جائے گی۔

انہی فکروں میں لیٹے ہوئے آخرکار آنکھ لگ گئی۔ اور چونکہ رستہ کا تھکا ماندہ تھا اس لئے
دن نکلنے تک بے خبر پڑا سوتا رہا۔ بعد ازاں ناشتہ سے فارغ ہوکر اس گاڑی پر سوار ہوا۔ جو پرتھ کی
طرف جاتی تھی اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ گاڑی ایک سرائے کے دروازہ پر ٹھہری جہاں
سے اور کئی گاڑیاں مختلف اطراف کو جاتی تھیں۔ اور میں نے اتر کر اس محرر سے جو ایک بڑا سا رجسٹر
سامنے رکھے بیٹھا تھا دریافت کیا کہ یہاں سے اربج منتھگلن کتنی دور ہے اور اس مقام کی طرف
جانے والی گاڑی کب چلا کرتی ہے۔

"اربج منتھگلن کا فاصلہ" اس نے تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے

بعد کہا "یہاں سے قریبًا پینتیس میل ہے اور صرف ایک گاڑی اس طرف جاتی ہے۔ مگر وہ گاڑی چونکہ ہر روز گیارہ بجے قبل دوپہر رخصت ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ بعد از وقت آئے ہیں۔"

"آہ۔ کیا وہ آج دن بھر کے لئے رخصت ہو گئی؟" میں نے اس خیال سے پریشان ہو کر کہا کہ وہ تاخیر جو سلسلہ حالات سے پیش آئی تھی اب اور زیادہ بڑھے گی۔ "پھر اس کے بعد اب کل تک انتظار کرنا پڑیگا؟"

"جی نہیں" اس نے جواب دیا "کل کی گاڑی میں بھی ساری نشستیں رک چکی ہیں۔ البتہ پرسوں اگر آپ چاہیں۔ تو روانگی کا انتظام ممکن ہوگا" اور اس کے بعد ایک اور محرر کی طرف مڑ کر جو پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا "میرے خیال میں بہتر ہو کہ مالکان کمپنی اس سڑک پر دو گاڑیاں روز چلانے کا انتظام کر دیں۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" ایک اور شخص نے میرے پیچھے سے شکایتی لہجہ میں کہا "کیونکہ اس صورت میں مجھ ایسے مصروف آدمی کو رستے ہی میں ٹھہر کے وقت ضائع کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے"۔

میں نے جلد ہی سے مڑ کر دیکھا۔ ایک پستہ قد متوسط العمر فربہ اندام آدمی جس کے سرخ چہرہ پر نیک طینتی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور جس کے سر پر بھورے بالوں کی ٹوپی تھی کھڑا تھا۔ اس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ کوئی باحیثیت۔ آسودہ حال آدمی ہے۔ جو فراغت کی زندگی بسر کرتا ہے اور گو اس کے لفظوں سے کراہت کی بو آتی تھی۔ تاہم اگر انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا صحیح مظہر سمجھا سکتا ہے تو یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔ کہ اس شکل و صورت کا آدمی کبھی غصہ میں بھر کر کوئی بات کہتا ہو۔

"کیا آپ اپنچ منتھگلن جائے گا؟" اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ "مجھے بھی اسی راہ پر جانا ہے اور اس لئے اسی گاڑی پر سفر کرنا ہوگا۔ لیکن پرسوں تک کا انتظار ۔۔ کم از کم میرے لئے غیر ممکن ہے۔"

"مسٹر ڈنگمبی" محرر نے جو اس سے واقف معلوم ہوتا تھا۔ اب اس شخص کو مخاطب کر کے کہا "آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی آسائش کے لئے مجھ سے جو کچھ ممکن ہو کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ نے

صرف اس ضلع کے سب سے نامی وکیل اور آنریری مجسٹریٹ ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ۔۔۔

" مگر کم از کم اس موقعہ پر میری وکالت کی کامیابی یا میری آنریری مجسٹریٹی مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی" مسٹر ڈنکنسی نے خوش طبعی سے کہا۔ رہ گیا پرسوں تک اس جگہ ٹھہر کر وسکی پیتے رہنے کا سوال تو کم از کم میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے صرف تھوڑی سی دیر کے لئے کیرن ڈیل تک جانا ہے۔ اور میں رستہ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کر سکتا۔"

" لیکن اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا" دفعتاً محرر نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا۔ " کہ آپ دونوں ملکر اپنے لئے ایک سفری گاڑی کا انتظام کرلیں، مجھ سے جہانتک ممکن ہوگا آپ کیلئے اس کے کرایہ میں خاص رعایت کر دوں گا۔"

" اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنسی نے خوشی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور اس کے فربہ سرخ چہرہ پر آثار تبسم پیدا ہوگئے۔ "مگر کیوں صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے میری طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔ "یاد رکھئے اس طرح گو کرایہ میں کچھ زیادتی ہوگی۔ تاہم پرسوں تک گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے اس جگہ رہنے میں جو خرچ اٹھے گا۔ وہ بھی کسی طرح کم نہ ہوگا مجھے اس مقام سے جہاں آپ کو جانا ہے دس بارہ میل ورے ہی اتر جانا پڑے گا۔ تاہم اگر آپ کو منظور ہو۔ تو میں گاڑی کا آدھا خرچ دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے اس تجویز کے مختلف پہلوؤں کو تھوڑی دیر سوچا تو خیال آیا کہ وہ نہ صرف معقول بلکہ ازروئے کفایت شعاری بھی صحیح تھی۔ اور چونکہ میں رستہ میں پڑے رہنے کی بجائے حتی الوسع جلد منزل مقصود پر پہنچ جانا بہتر سمجھتا تھا۔ اس لئے فوراً آمادہ ہوگیا۔ تاہم خیال آیا کہ کسی نہ کسی طریقہ پر یہ بات مسٹر ڈنکنسی کے کانوں تک جس کے بارہ میں محرر کی گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ وہ نامی وکیل اور ذی وجاہت رئیس ہے۔ پہنچا دینی چاہئے۔ کہ میں ایک بے حیثیت نوکر ہوں اور اس ریاست کی میں ادنیٰ ملازمت کرنے جا رہا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ کو ایک معزز شریف کی طرح لفظ آپ سے مخاطب کیا تھا۔ اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنی اصلی حیثیت کو اس سے چھپایا اور بعد ازاں

کسی ذریعہ سے اس کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ تو اغلب ہے وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ لیکن پھر سوچ آئی کہ اول تو ہمارا یہ سفر ایک امر اتفاقی ہے اور ایک بار جدا ہونے کے بعد کیسے امید ہوسکتی ہے کہ پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق ہو۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف سے اس قسم کا اظہار حقیقت شاید مسٹر ڈنکنسی کو برافروختہ کردے۔ اور وہ ایک کم حیثیت نوکر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں سفر کرنا نامنظور کرے۔ پس سارے پہلو سوچکر میں نے اس بارہ میں چپ رہنا ہی بہتر سمجھا چنانچہ جلدی ہی ایک گاڑی تیار کردی گئی اور میں اور مسٹر ڈنکنسی پہلو بہ پہلو اس میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔

میں پیشتر بیان کرچکا ہوں کہ وہ خوش طبع انسان تھا۔ مگر اس کے بعد جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ باتونی بھی بہت تھا۔ اور اپنی گفتگو کے انہماک میں دوسرے کو بولنے کا موقعہ دینے یا اس سے دریافت حال کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا جس راہ سے ہم گذر رہے تھے۔ وہ اس سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا اور پہلے چند میلوں تک وہ اس رستہ کی ہر ایک کوٹھی کے متعلق جو نظر آئی۔ اس کے مالک کا نام اس کے خاندانی حالات اور گذشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ پہلے اس میں رہتے تھے وہ اب کہاں گئے اور فی الحال کون یہاں رہتا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا اسکی گفتگو میں ذم کا پہلو موجود نہ تھا۔ نہ وہ کسی کی غیبت کرتا اور نہ کسی کے بارہ میں رنج وہ الفاظ کہتا وہ ایک اس طرح کی ایماندارانہ اور نیک لانہ گفتگو تھی۔ جسے بالکل بےضرر سمجھا جاسکتا تھا ساتھ ہی ساتھ وہ اظہار معلومات کے لئے کئی طرح کی حکایتیں اور لطیفے بھی بیان کرتا جاتا تھا۔ جو واقعہ میں لغو بےضرر اور معمولی تھے۔ کہ میں یہ سوچکر حیران ہوتا تھا کہ ان میں لطف مزاح کہاں ہے۔ بہر حال وہ ان حکایات پر خود ہی بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگتا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے جمرڑہ کے غلاف میں لپٹی ہوئی ایک چوڑی سی بوتل نکالی اور مجھکو پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کے اندر اتنی کمزور پانی ملی ہوئی برانڈی ہے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی بے ضرر اس کو پی سکتا ہے۔ مگر میں نے اس عنایت کو قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ انکار کیا۔ جس پر اس نے پسندیدگی کی نظروں سے میری

طرف دیکھا پھر ایک لمبا گھونٹ بھر کے اطمینان کی گہری آہ کھینچی اور بوتل کو دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"خوب" اس کے بعد اس نے کہا "آپ ارنچ متھگلن جا رہے ہیں۔ مگر کیوں صاحب کبھی اس سے پہلے بھی اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے؟ نہیں! میرا خیال ہے آپ اس جگہ جا کر بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ اس ملک کے کوہستانی علاقوں میں ارنچ متھگلن ایک بڑا فرحت انگیز مقام ہے۔ یوں تو میں ان اطراف میں بھی ذی حیثیت آدمیوں سے واقف ہوں، کیونکہ اپنے پیشۂ وکالت کی وجہ سے میرا اس ملک کے اراضی داروں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تاہم اتفاق کی بات ہے کہ میں ان صاحب مسٹر دنیاچر سے ... بلکہ یوں کہنا چاہیئے والئے ارنچ متھگلن سے جیسا کہ وہ اپنے آپ کو کہتے ہیں، واقف نہیں ہوں۔ ان کا پورا لقب یہی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان کو اس پورے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ تو وہ اس سے خفا بھی ہو جاتے ہیں"

"تو کیا مسٹر دنیاچر کوئی بہت بڑا آدمی ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا

"بڑا آدمی!" مسٹر ڈنکنسی نے حیرت کے ساتھ کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں۔ وہ ایک قبیلہ کا سردار ہے مگر شاید اس سے پیشتر کبھی آپ کو سکاٹ لینڈ آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بہرحال یہ نہ سمجھئے کہ سکاٹ لینڈ میں کسی قبیلہ کا سردار ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک خوفناک، بے تالی اور جنگجو آدمی ہے جس کی جماعت ہر وقت اس کے گرد حلقہ زن رہتی ہے ... بالکل نہیں، وہ زمانہ گذر گیا۔ جب ایسی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ آجکل لفظ قبیلہ سے مراد ان رشتہ داروں کی جماعت سے لی جاتی ہے۔ جو قریب یا دور کا کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ اور جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے حلقۂ خاندانی میں شامل سمجھا جا سکے"

"میرے خدا!" میں نے اس بیان کو سنکر چونکتے ہوئے کہا "تو کیا یہ سارے رشتہ دار مسٹر دنیاچر کے پاس ہی رہا کرتے ہیں؟"

"پھر آپ نے وہی نام لیا۔ میرے دوست ارنچ متھگلن کہیے" ڈنکنسی نے جلدی سے اصلاح کی "اور یاد رکھئے کہ مسٹر دنیاچر کو ہمیشہ والئے ارنچ متھگلن ہی کہنا چاہیئے۔ بالفرض آپ یہ نہ کہنا چاہتے ہوں

تو پھر اختصار کے لئے محض انچ متھگلن بھی کہہ سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اس جگہ پہنچنے کے بعد دنیا بھر کا نام کبھی آپ کے سننے میں نہ آئے گا۔ کیونکہ وہاں ہر شخص یہی کہتا ہے۔ انچ متھگلن کا یہ حکم ہے۔ یا انچ متھگلن نے ایسا کیا یا انچ متھگلن کی یہ خواہش ہے وغیرہ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ جب انچ متھگلن کوئی حکم صادر کرتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ گو مجھے اس سے گفتگو کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم میں نے اس کا شہرہ سنا ہے اور میں شکل و صورت سے بھی اس کو پہچانتا ہوں رہ گیا۔ وہ سوال جو آپ نے پوچھا تھا تو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ قبیلہ کا لفظ در اصل کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سب رشتہ دار جو انچ متھگلن کے قبیلے میں شامل ہیں وہ سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں بالکل نہیں۔ ان میں سے کئی ایک گرد و نواح میں اپنے اپنے مکانوں پر آباد ہیں۔ بہتیرے ان میں آسودہ حال بھی ہیں۔ البتہ بعض جو بہت غریب ہیں۔ ان کو اب تک قبیلہ کی حدود میں ہی شامل رکھا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب انچ متھگلن میں کوئی جلسہ دعوت ہو۔ تو پھر اس قبیلہ کے سب آدمی جمع ہوتے ہیں یعنی اگر خاندان میں کوئی شادی ہو تو جشن منانے کے لئے۔ یا موت ہو تو سوگ کرنے کے لئے۔ ان کا اجتماع ضرور ہوتا ہے۔ شادی اور ماتم کے جلوسوں میں ہی قبیلہ کے ہر شخص کا شامل ہونا ضروری ہے آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ سارے قبیلہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے۔ جسے اپنے سردار کی شخصیت پر کامل فخر نہ ہو یا جو اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کو اسی طرح اپنا پاک فرض نہ سمجھتا ہو جس طرح اپنی عزت کی حفاظت کو۔"

"لیکن کیا یہ صاحب والئے انچ متھگلن ایسے ہی مغرور، متکبر اور سخت گیر ہیں"؟ میں نے کسی قدر بے چینی کے ساتھ پوچھا کیونکہ مسٹر ڈنکنسی کی زبانی اس آدمی کے بارہ میں جس کی ملازمت میں شامل ہونے کے لئے میں جا رہا تھا اس قسم کے حالات سنکر میرے جی کو سخت اضطراب لاحق ہو گیا تھا۔

"معزور وہ بے شک ہے مگر ایک حد تک" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا۔ "یعنی اسے اپنی سرداری اپنی دولت اور اس رسوخ عظیم پر بے شک غرہ ہے۔ جو اسے اپنے قبیلے کے افراد پر حاصل ہے تاہم میں اسکو صحیح معنوں میں سخت گیر اور متکبر نہیں کہہ سکتا۔ فی الحقیقت جہاں تک میں نے سنا ہے وہ گرم جوش طبیعت کا فیاض آدمی ہے جس کے نیک افعال اس کی برائیوں پر ہر طرح غالب ہیں یعنی اس صورت میں کہ اس کی برائیوں کا کوئی حقیقی وجود ہو لیکن جہاں تک مجھکو معلوم ہے۔ کبھی کوئی بری بات اس کے برخلاف میرے سننے میں نہیں آئی یا اگر آئی ہے تو محض اس قدر کہ ایک اور قبیلہ کے برخلاف اس کے دل میں صدیوں کا پرانا جوش عناد اب تک باقی ہے۔ گو اس دشمنی کا عہد حال سے کوئی تعلق نہیں"۔

"اور کیا وہ دشمنی ان دو قبیلوں میں اب تک قائم چلی جاتی ہے؟" میں نے اس خیال سے پوچھا کہ اس ذریعہ سے مسٹر دنیا چر کے بارہ میں جس قدر حالات ممکن ہوں۔ دریافت کر لئے جائیں۔

"دراصل یہ دشمنی" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا۔ "بہت قدیم اور روایتی ہے۔ اس کا آغاز مدت گزری ہوا تھا مگر اس کے بعد اس کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً قائم رہا۔ بات یہ ہے اس ملک میں اس طرح کی خاندانی عداوتیں مدت مدید تک قائم رہتی ہیں۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کوئی عداوت حتی کہ گلینکو کے خاندان میکڈانلڈ اور آرگل کے خاندان کیمبل کی ہولناک تاریخی دشمنی بھی اتنی شدید نہ تھی جتنی ارچمنگکن اور کیرن ڈیل کے دو قبیلوں میں قائم چلی آتی ہے"

"میرا خیال ہے" دفعتاً میں نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے گاڑیوں کے اڈہ پر یہ لفظ کیرن ڈیل میرے سننے میں آیا تھا"

"بات یہ ہے کیرن ڈیل اس گاؤں کا نام ہے۔ جو اس نام کے قبیلہ کا مرکز تھا۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گاؤں اس خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ یا یہ خاندان اس گاؤں کے نام سے بارہا میں نے اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے پرانے تاریخی کاغذات کی جانچ کی ہے۔

۵ ملاحظہ ہو ناول خونی تلوار مترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری (دو جلدیں) قیمت ۹ مجھ سے طلب فرمائیے

مگر کسی مفید کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال وہ گاؤں جو کیرن ڈیل کے نام سے مشہور ہے وہی اس وقت میری منزل مقصود ہے۔ جیسا کہ آپ نے سُنا تھا میں اس علاقہ میں وکیل ہوں اور خاندان کیرن ڈیل کی اراضی کا قانونی انتظام مدت سے ہمارے خاندان کے سپرد چلا آتا ہے۔ اب وہ میرے پاس ہے۔ مجھ سے پہلے میرے والد کے سپرد تھا اور اس سے بھی پہلے میرے دادا کے۔ اور شاید یہ بھی ایک وجہ اس بات کی ہے۔ کہ میں ارچ منھگلن کے مسٹر دیناچر سے پوری طرح واقف نہیں ہوں"

"اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے" میں نے اب دفعتاً ایک نئے خیال سے دہشت زدہ ہو کر پوچھا "کیا یہ ممکن ہے کہ والئے ارچ منھگلس کی طرف سے قبیلہ کیرنڈیل کے برخلاف اپنی عداوت کو یہاں تک طول دیا جائے کہ وہ سب آدمی دشمن سمجھے جائیں جو۔۔۔ لیکن آہ" میں نے جلدی سے رکتے ہوئے کہا "ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ خود آپ کا تعلق اسی خاندان کیرنڈیل سے ہے"

"نہیں میرا خاندان کیرنڈیل سے کوئی تعلق نہیں" مسٹر ڈِمکنسی نے جواب دیا۔ "میں اصل میدانی اضلاع کا رہنے والا ہوں اور میں قبیلہ پرستی کا حامی نہیں۔ رہ گیا خاندان کیرنڈیل تو عملی طور پر اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی ساری جائداد قانون کی آہنی گرفت میں آچکی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ موجودہ والئے کیرنڈیل اب کہاں ہے۔ یہ حالت کئی سال سے چلی آتی ہے اور یہی بڑی وجہ اس بات کی ہے۔ کہ ارچ منھگلن کے دل میں اس خاندان کے برخلاف جو عداوت پہلے تھی۔ وہ بڑی حد تک کم ہو چکی ہے کیونکہ باقی ہی کون رہا ہے جس کے برخلاف عداوت کی جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ آخری کیرنڈیل سردار یعنی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا انتقال قریباً بیس سال گذرے ہو گیا تھا جس کے بعد اس کا وارث اس کا چھوٹا سا بچہ یعنی موجودہ سر الیگزینڈر رہ گیا لیکن وہ نام کا والئے ریاست تھا۔ ورنہ اس کی حالت گداگروں سے بہتر نہ تھی۔ صرف چند دوست ایسے تھے۔ جو اس کی حمایت و امداد کا دم بھرتے تھے۔ ورنہ۔۔۔ کچھ نہیں"

"تاہم آپ کو معلوم ہے کہ آخری کیرنڈیل سٹرادر کا بدنصیب وارث اب تک زندہ اور صحیح سلامت ہے" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ گو آپ نے اس کا ذکر صیغہ ماضی میں کیا تاہم آپ کے استعمال کردہ لفظ "موجودہ" سے پایا جاتا ہے کہ وہ اب تک قید حیات میں ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔"

"آہ میرے عزیز دوست" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا۔ "آپ کے اس فقرہ نے ثابت کر دیا کہ خدا نے آپ کو روشن دماغ عطا کیا ہے۔ مگر سچ کہئے گا آپ کسی وکیل کے دفتر میں تو کام نہیں کرتے؟ نہیں! تو پھر میری رائے میں ضرور آپ کو کرنا چاہئے۔ کیونکہ آپ نے وہ بات کہی ہے جس نے مجھ ایسے ہوشیار وکیل کا واقعی جی خوش کر دیا اور چونکہ سلسلہ گفتگو اس حد تک پہنچ چکا ہے اس لئے میں اب کوئی بات آپ سے چھپانا بھی نہیں چاہتا اس کے علاوہ چونکہ میں آپ کی تیز ذہانت کی قدر کرتا ہوں۔ اس لئے مجھ کو یہ بیان کرنے میں عذر نہیں ہے کہ موجودہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل واقعی زندہ ہے اور مجھ کو معلوم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے۔ تاہم یاد رکھئے۔ ایک میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے اس کی ہستی اور موجودگی کا علم ہے ورنہ وہ لپٹے آپ کو سارے عالم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہے مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس کی اپنی شخصیت چھپانے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اپنے خاندانی تکبر کی وجہ سے وہ یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ ایک ایسے اونچے قبیلہ کا سردار۔ اس تباہ حالی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ وہ اپنا نام بدل کر دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔"

"افسوس! افسوس!" میں نے حسرت ناک لہجہ میں کہا "کس طرح والدین کی فضول خرچیاں بیچاری اولاد کی تباہی اور بدنامی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔"

"بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنبی نے تسلیم کیا "گو سچ پوچھئے تو بربادی کے اس کام میں اس کے باپ سے پہلے دادا اور پردادا نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ تاہم اب اس سوال کے متعلق قانونی عدالتوں میں زور دار جدوجہد جاری ہے۔ قریباً بیس سال مقدمہ بازی

کرتے ہو گئے اور..."

"اور ابھی نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہے!" میں نے کہا۔

"خیر یہ بات تو نہیں" مسٹر ڈنکنسی نے جواب دیا "کیونکہ معاملہ اب قریب الختم ہے۔ موجودہ سر الیگزینڈر کی طرف سے بنائے دعوے یہ ہے کہ اس کے باپ اور دادا نے جو روپیہ ریاست کی بنا پر قرض لیا وہ از روئے قانون ناجائز تھا۔ کیونکہ ان لوگوں نے راہبان جماعت کو بعض لیسے اختیارات دیئے جس کے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ سر الیگزینڈر کے والد کے انتقال پر انہوں نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا اور یہیں سے بنائے مقدمہ بازی قائم ہوئی اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک طرف میں جائز وارث کے لئے اس کی جائداد واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور دوسری جانب راہبن لوگ اپنے دعوے کی حفاظت میں آمادہ پیکار ہیں۔ مقدمہ کی رفتار بالکل سست ہے۔ سال میں ایک دو پیشیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن آخری فیصلہ کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ گو قوی امید ہے کہ اب بیس سال کے بعد اس کا فیصلہ عنقریب سنا دیا جائیگا۔"

"اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟" میں نے ڈنکنسی سے پوچھا "بشرطیکہ آپ اس سوال پر برا نہ مانیں۔"

"نہ خیر میں تو برا نہیں مانتا!" وکیل نے ہنستے ہوئے کہا "تاہم آپ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ واقعہ میں آپ اتنے ہوشیار نہیں۔ جتنا پیشتر میں نے سمجھا تھا میرے دوست کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے دعوے کی کامیابی کا نصف نصف یقین نہ ہوتا تو میں کیا اب تک اس مخمصہ میں الجھا رہنا پسند کرتا؟ اس کے علاوہ مقدمہ بازی کے سارے اخراجات بھی ابتک میری گرہ سے ادا ہوتے رہے ہیں اور اگر سچ مچ مجھے ناکامی ہوئی۔ تو پھر میری تباہی میں کیا شک ہے پس میں اپنے اور سر الیگزینڈر کینڈیل کیلئے بہترین امیدیں رکھتا ہوں اور فضل خدا سے ضرور کامیابی حاصل کروں گا۔"

یہ کہکر اس نے اپنی ہمت و امید کو برقرار رکھنے کے لئے پھر وہی شراب کی چرمی بوتل نکالی اور منہ سے لگا کے ایک لمبا گھونٹ پیا۔

"لیکن اگر" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھکر پوچھا "کامیابی سچ مچ آپ کو حاصل ہوگئی اور آپ رہن شدہ جائیداد کو مرتہنوں کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے جائیداد کی کفالت پر روپیہ قرض دیا تھا وہ سب کچھ ہاتھ سے دے بیٹھیں گے؟"

"بالکل نہیں" مسٹر ڈنکلبسی نے جلدی سے کہا۔ "دراصل موجودہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل انتہا درجے شریف اور ایماندار آدمی ہے اور خدا کرے کہ میں کوئی ایسا مشورہ اس کو دوں۔ جو اسے راہ نیک سے منحرف کرنے کا ذریعہ ثابت ہو اس کا پختہ ارادہ ہے کہ راہنوں کو ان کا جائز روپیہ کوڑی کوڑی پیسے سے بے باق کر دیا جائے مگر اسی قدر کہ وہ جائز حقدار ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ بات یہ ہے قرضخواہوں نے سب سے پہلے تو اس قدر زیادہ شرح سود مقرر کی۔ جسے سنکر ہی ہوش اڑتے ہیں یعنی قریباً ... چار سو فیصدی تھا! چونکہ آخری سر الیگزینڈر کی طبیعت پر زیادہ اسراف غالب تھا اس نے اس نے یہ نہ سوچا کہ کس طرح میں اپنے پسماندگان کی راہ کا ... ہو رہا ہوں۔ وہ منہ مانگی شرطوں پر روپیہ وصول کر کے اس کو بیجا صرف کرتا رہا۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اس نے ان معاملات میں کبھی مجھ سے بھی مشورہ نہ لیا۔ اور مجھ کو صحیح حالات کا علم اس وقت ہوا۔ جب تباہی کی لہر کو روکنا غیر ممکن ہو چکا تھا۔ ان حالات میں وہ بدمعاش سود خوار اگر اپنا اصل زر مناسب شرح سود کے ساتھ واپس حاصل کر سکیں تو یقیناً ان کو نقصان نہیں اور موجودہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل اس کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔"

"صاحب آپ کی داستان نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "اور مجھے خاندان کیرنڈیل سے غائبانہ اتنی ہمدردی ہوگئی ہے کہ میں دست بدعا ہوں۔ اس معاملہ

میں آخری کامیابی سود خواروں کو حاصل نہ ہو"

"بالکل ٹھیک بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنسی نے کہا "مگر جیسا میں کہہ رہا تھا۔ مقدمہ بازی شروع ہونیکے بعد محاصل کی فراہمی کے لئے سرکاری امین مقرر کر دیا گیا تھا جو اس بیس سال کے عرصہ میں لگان کی رقمیں باقاعدہ وصول کرتا رہا ہے۔ اس سے بیشمار روپیہ جمع ہو چکا ہے جس سے ہر طرح کے اخراجات وضع کرکے اتنی رقم باقی رہ جائے گی۔ جو قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورے کر سکے۔ اس طرح گویا مقدمہ کی کامیابی پر جب سر الیگزینڈر کو اس کی آبائی ریاست دوبارہ واپس ملیگی۔ تو اس پر کسی طرح کا بار قطعاً نہ ہوگا۔ یعنی آمدنی اور خرچ برابر۔ تاہم ایک اتنی بڑی ریاست کا بغیر کسی بار کے اصلی وارثوں کو ملنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ آٹھ دس ہزار سالانہ کی آمدنی تو بآسانی اس سے ہوتی ہے۔ اور اگر تھوڑی سی محنت کی جائے۔ تو پھر اس آمدنی کو اضعاف بھی کیا جا سکتا ہے"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا" میں نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا "کہ جب آپ قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورا کرنے کو تیار ہیں۔ تو پھر کس لئے وہ لوگ مقدمہ بازی کرتے اور اس معاملہ کو طول دیتے ہیں؟"

"اس لئے کہ ہم ان کے صرف جائز مطالبات پورا کرتے ہیں ناجائز نہیں" مسٹر ڈنکنسی نے جواب دیا "رہ گیا یہ سوال کہ وہ ان جائز مطالبات کے پورا ہونے پر کیوں شاکر نہیں تو اس کا جواب میں کیونکر دے سکتا ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی سوال ہے۔ گویا آپ پوچھیں کہ لوگ کس لئے مقدمہ بازی کرتے اور کیوں سالہا سال تک قانونی جھگڑوں میں روپیہ برباد کئے جاتے ہیں؟ آہ میرے عزیز دوست اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے۔ یعنی طبع انسانی کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز یہ نہ ہو۔ تو پھر نہ آپس میں جھگڑے ہوں نہ مقدمہ بازی کی نوبت آئے۔ نہ ہم قانون پیشہ لوگوں کا ذریعہ معاش

باقی رہے۔ بصورت موجودہ قرضخواہوں کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اپنا روپیہ
بھی اور اس کے ساتھ جائداد بھی اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور ایک قانون دان کی حیثیت
میں میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں جو کوشش اُن کے وکیل کی طرف سے ہو رہی ہیں وہ
کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ شخص . . . قرضخواہوں کا
قانونی مشیر اس معاملہ کے اخلاقی پہلو کو بالکل نہیں سوچتا۔ مگر اس کی وجہ شائد یہ ہو
کہ قانون اور اخلاق میں بُعدِ عظیم ہے۔ اور وہ ساتھ ساتھ نہیں چلتے . . . اور اب اس
معاملہ میں میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قریباً آدھے گھنٹہ سے ہماری گاڑی سرزمین
کیرنڈیل ہی پر چل رہی ہے۔ چنانچہ حدِ نگاہ تک یہ جتنی اراضی آپ کو نظر آتی ہے۔ وہ
سب خاندان کیرنڈیل کی ہے۔ اتنی وسیع ریاست کے ہوتے ہوئے ایک سمجھدار اور باہمت
آدمی جس قدر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ یہ
چٹیل میدان جو دُور تک غیر آباد ہیں۔ ان میں گاؤں آباد کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ویران
زمینیں جن میں خال خال آبادی ہے۔ زیادہ بارونق بن سکتی ہیں۔ یہ سنگلاخ کوہی علاقہ
جن میں خشک گھاس کے سوا کوئی چیز نہیں اُگتی۔ سرسبز بنانے ممکن ہیں۔ آپ کچھاری
کو دیکھیں۔ جس سے ہم اس وقت گذر رہے ہیں۔ وہ بالکل ویران ہے۔ مگر کیا تھوڑی
سی محنت اور ہمت سے اس میں اناج پیدا نہیں ہو سکتا؟ اپنے اردگرد دیکھئے۔ کیا کوئی
بارونق بستی یا کوئی آباد گاؤں آپ کو نظر آتا ہے؟ وہ خوشگوار دیہاتی گرجے۔ وہ مدرسے
جو گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے قائم ہونے چاہئیں۔ وہ کہاں ہیں؟ کہیں نہیں۔ ہر طرف
ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔ عنقریب ہماری گاڑی موضع کیرنڈیل پر پہنچے گی۔ تو آپ
دیکھیں گے کہ جھونپڑیوں اور مکانوں کی حالت کتنی زار اور رعیت کتنی بدحال ہے
کس طرح نیچے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے۔ ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس

بات کا کہ ایک ایسی شاندار ریاست کو جیسی یہ کسی زمانہ میں تھی بے فائدہ قانونی شکنجہ

میں ڈالا گیا۔ میرے دوست گو یہ صحیح ہے کہ ایک وکیل کی حیثیت میں مجھے اس مقدمہ بازی سے یقینی نفع حاصل ہوگا۔ تاہم ایک انسان کی حیثیت میں اُس تباہی اور بربادی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو محض اس مقدمہ بازی سے لاحق ہوئی ہے "۔

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مسٹر ڈنکنسی نے کچھ ایسی بلاغت کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اُس کے لفظوں میں کچھ اس طرح کی فیاضی دکھائی دی تھی کہ میں اپنے دل میں اُس کی طبع نیک کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنی مختصر زندگی کے وسیع تجربات میں شاذ و نادر مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ جس نے دو گھنٹوں کے عرصہ قلیل میں نادانستہ اور بلا نمائش اس قدر خوبیوں کا اظہار کیا ہو۔ جتنی مسٹر ڈنکنسی کی سیرت میں نظر آئی تھیں۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس آدمی کو سچ مچ باشندگان سکاٹ لینڈ کی سیرت کا صحیح نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں۔ اس ملک کے رہنے والے ہر لحاظ سے قدر و عزت کے قابل ہیں۔

گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے تھم گیا۔ میرے خیال میں پرتھ سے روانہ ہونے کے بعد یہ اپنی قسم کا پہلا موقعہ تھا۔ بہر حال اب کی بار مسٹر ڈنکنسی نے برانڈی کی بوتل بھی منہ سے لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دفعتاً اس کے ایماندار چہرہ پر فکر عظیم کے آثار پیدا ہوئے۔ تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ اُس کے بعد پھر وہی بشاشت کی چمک ظاہر ہو گئی۔ اور اُس نے جلدی سے کہا: "اچھا امید کرنی چاہئے۔ کہ جلدی یا دیر میں ریاست کی اصلاح کا عمل ضرور شروع ہوگا۔ یہ علاقہ اپنے جائز مالک کے قبضہ میں آنے کے بعد پھر خوشحال ہوگا۔ . . بس میرا سفر ختم ہوا "۔ یہ آخری فقرہ عین اُس وقت اُس کے منہ سے نکلا۔ جب گاڑی ایک ادنیٰ شراب خانہ کے دروازہ پر جا ایک تباہ حال چھوٹے سے گاؤں کے پہلو میں واقع تھا۔ ٹھیری اور معلوم ہوا کہ موضع کیر بدیل آ گیا۔

"وکیل صاحب۔ آپ کو الوداع کہتے ہوئے" میں نے اپنے ساتھی سے کہنا شروع
کیا "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کی عنایت و بزرگی اخلاق کا شکریہ ادا کر دوں۔
سارا رستہ آپ نے مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا ہے۔ ۔ ۔ "

مگر مسٹر ڈنکنسن نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے یہ کہکر مجھے اپنا فقرہ ناتمام ہی
چھوڑنے پر مجبور کیا۔ "دوست مجھے آپ کے چہرہ پر شروع سے ہی نیکی۔ دیانت اور سچائی
کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ اس لئے میں نے سب باتیں آپ کے روبرو بیان کی ہیں۔
اور اب دیکھئے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو پُراسرار طریقہ پر دبایا۔ اور اُس
نے ساتھ ہی گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک باڑہ کی طرف
اشارہ کیا۔ جس کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کا صرف ایک پہلو دکھائی دیتا تھا۔ کیونکہ
باقی حصے بہت اونچے چھتنار درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور میں یہ
بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ کیرنڈیل کی وسیع اراضی میں میرے لئے اس طرح کے
اونچے اور شاندار درخت دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ "دیکھئے۔ آپ کی نظروں کے
سامنے خاندان کیرن ڈیل کی تاریخی عمارت واقع ہے۔ جو افسوس باقی سب چیزوں کی
طرح زوال و انحطاط کی منزل میں گرتی چلی جا رہی ہے"۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھکر
"ایک زمانہ تھا۔ جب یہ گھر نوکروں اور مہمانوں سے پُر رہا کرتا تھا۔ مگر اب صرف ایک
بڈھا دربان اور اس کی بی بی اس میں رہتے ہیں۔ اور وہی اس کی حفاظت و نگرانی
تو چھوڑتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ بیچارے ایک ایسی عالیشان عمارت
کی کیا نگرانی کر سکتے ہیں۔ جس کی جھاڑ پونچھ کے لئے پچاس نوکر بھی تھوڑے ہیں۔ اور
وہ درخت جو آپ کو اس عمارت کے پاس دکھائی دیتے ہیں۔ غور کیجئے کتنے شاندار
ہیں۔ لیکن وہ سود خوار بدمعاش عدالت کی ڈگری حاصل کر کے ان کو بھی کٹوانا چاہتے
تھے۔ مگر میں نے انہیں زک دی۔ ایسی زک دی کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں گے"۔ اور یہ

ہنستے ہوئے مسٹر ڈنکنسی نے پھر ایک بار پُر زور قہقہہ لگایا۔

"اچھا امید کرنی چاہیئے۔" میں نے دعائیہ انداز سے کہا۔ "آپ کی یہ پہلی فتح مقدمہ کی آخری کامیابی کے حق میں فال نیک ثابت ہوگی!"

"بہت اچھا خیال ہے!" مسٹر ڈنکنسی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ آپ اس جگہ کیزندیل آرمز کے شراب خانہ میں ٹھیر کر تھوڑی دیر آرام کریں۔ اور کچھ ماحضر بھی تناول کرتے جائیں۔ نہیں! آپ کو جلدی ہے۔ بہت اچھا میں مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو ایڈ برگ آنے کا اتفاق ہو۔ تو ڈیوڈ ڈنکنسی وکیل کا نام پوچھ لیجئے۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔"

اس نے پھر ایک بار رخصتی مصافحہ کیا۔ اتنے میں گھوڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ مسٹر ڈنکنسی نے علیحدگی میں چند الفاظ اُس گاڑی بان سے جو اس جگہ تک آیا تھا۔ اور اس سے بھی جسے گاڑی کو آگے لیکر جانا تھا۔ کہے۔ ساتھ ہی اپنی جیب سے بٹوہ نکالا اور دونو آدمیوں کو انعامات دیئے۔ جو میرے خیال میں معقول تھے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ان دونو نے بڑے ادب کے ساتھ ٹوپیوں کو چھو کر سلام کیا۔ پھر جب گاڑی آگے چلنے کو تیار ہوئی تو مسٹر ڈنکنسی نے کھڑکی کے پاس آکر مجھے کہا: "آپ اب گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کی زحمت نہ کریں۔ کیونکہ جو کچھ بنتا ہے۔ وہ سب میں نے ادا کر دیا ہے۔ مبادا آپ میرے اس فعل کو حد سے آگے بڑھی ہوئی آزادی اور بے تکلفی پر محمول کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بار بٹوہ ہاتھ میں لے لینے کے بعد میرے خیال میں حساب کی زحمت گوارا کرنے سے یہ بہتر تھا کہ پورا چکوتہ کر دیا جائے۔ اس لئے آپ میرے اس فعل سے ناراض نہ ہوں اور اب . . . خدا حافظ!"

اس سے پہلے کہ میں جواب کے طور پر کچھ کہتا۔ وہ تیز چلتا شراب خانہ کے اندر چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاڑی آگے کی طرف چلی۔ مگر چند ہی میل کے فاصلہ میں رستہ

کی عام حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہو گئی۔ اب اطراف کے پہاڑوں پر خشک گھاس کی بجائے ہریالی تھی۔ جا بجا مرغزاروں میں صاف ستھری جھونپڑیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اور بہتی ہوئی ندیوں کے کناروں پر خوش قطع گاؤں آباد تھے۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ خوشحال صورت گڈریے پلی ہوئی بھیڑوں کے ریوڑ لئے ان کو جا بجا چراتے پھر رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ و گل کی بہار تھی۔ اور سوکھے کھڑ ڈنک درختوں کی بجائے شاداب اور سرسبز پودے نظر آتے تھے۔ رستہ میں گاڑی ایک خوشنما چھوٹے سے گاؤں میں سرائے خانہ کے پاس ٹھیری۔ تو دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ اینچ متھ گلن کا علاقہ ہے

گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی اور مناسب عرصہ کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی مگر اینچ متھ گلن کا نقشہ میں نہیں جانتا کن لفظوں میں پیش کروں۔ ناظرین چشم تصور سے دیکھیں۔ ایک وسیع و عریض جھیل ہے۔ جس کی چوڑائی قریباً دو میل اور لمبائی حد نگاہ سے باہر اور بے حساب۔ اس کے شفاف نیلگوں پانی آئینہ کی طرح ساکن ہیں۔ اور ساحل پر اُگے ہوئے محو خواب پودوں کا تاریک سایہ جھیل کی شفاف سطح پر پڑ کر نظارہ جاں بخش پیدا کرتا ہے۔ سیاہ رنگ کے پتھر۔ ہرے مرغزار رنگیلی پہاڑیاں اور ان کی پشت پر چھوٹے چھوٹے گاؤں۔ کہیں عشق پیچے کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے گرجا کا اونچا کلس۔ کہیں پُر آسائش کوٹھی۔ کہیں کھیت۔ کہیں وادی۔ کہیں جنگل کہیں آبادی اور اس پُر شکوہ منظر کے وسط میں تصویر کے سب سے نمایاں حصہ کے طور پر ایک عالیشان سنگلاخ عمارت جھیل کے عین مرکز میں بلندی کے اوپر بنی ہوئی میرے خیال میں یہ ساری تفصیلات اگر چشم تصور سے دیکھی جانی ممکن ہوں۔ تو پھر اس نظارہ پُر کیف کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ جو اینچ متھ گلن میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے دیکھا مگر اس کے متعلق کچھ تفصیلات اور بھی ہیں۔ جن کو میں لگے ہاتھوں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ پیشتر لکھا گیا ہے کہ اس جھیل کا سب سے چوڑا پاٹ جو میری نظروں کے سامنے

تھا۔ دو میل کے قریب ہوگا۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بالمقابل ساحل پر ایک جزیرہ نما۔ قریباً گول ساخت کا جسے ایک تنگ خاکنائے ساحل کے ساتھ ملاتی تھی جھیل کی چوڑائی میں قریباً نصف فاصلہ تک آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اور اس جزیرہ نما کی آخری حد اور اس ساحل کے درمیان جہاں گاڑی نے قیام کیا۔ قریباً پون میل کا آبی قطعہ حائل تھا۔ جزیرہ نما کا قطر اندازاً ایک میل ہوگا۔ اور خاکنائے کی لمبائی قریب پاؤ میل۔ اسی جزیرہ نما کے وسط میں جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ اکوان اطلاق میں ارنج کہا جاتا ہے۔ وہ اونچی قلعہ نما عالیشان عمارت تھی جسے وہاں کے ارنج متھکلن کا مسکن کہنا چاہئے۔ پختہ اینٹوں اور پتھروں کی بنی ہوئی وہ حیرت انگیز عمارت بظاہر مختلف زمانوں کی تعمیر کا مرکب تھی۔ اس لئے اس میں ہر زمانہ کی تعمیر کے نمونے پائے جاتے تھے۔ اور گو مرمت اور توسیع کے اس سلسلہ میں جس کا عمل مختلف زمانوں میں جاری رہا تھا کوئی خاص کوشش ہم آہنگی پیدا کرنے کی نہ کی گئی تھی۔ تاہم میں چونکہ اس فن کا ماہر نہ تھا۔ اس لئے زیادہ غور یعنی نظروں سے کام نہ لیتے ہوئے بحیثیت مجموعی یہ تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا کہ فن تعمیر کے مختلف نمونوں کا یہ حیرت انگیز مجموعہ جس میں عمارت کے پہلو کسی ایک طرز کے بنے ہوئے تھے۔ اور مینار کسی دوسری طرز کے جس میں وضع جدید کی کھڑکیاں ایک حصہ میں موجود تھیں۔ اور بھاری پھاٹک کسی دوسرے مقام پر۔ ایک سایہ دار خوشنما برآمدہ ایک طرف دکھائی دیتا تھا۔ اور تکونی ساخت کا دروازہ کسی دوسرے حصہ میں جس میں قلعہ نما فصیلیں ایک طرف بنی ہوئی تھیں۔ اور چپٹی کالنس کی نئی ساخت کی چھت کسی دوسرے مقام پر ان مختلف اور متضاد چیزوں کا حیرت ناک مجموعہ اس میں شک نہیں پر عظمت اور دلفریب تھا۔

گاڑی جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے جھیل کے ساحل پر پہنچ کر ایک چھوٹے سے خوش قطع مکان کے دروازہ پر ٹھیری تھی جس کی ظاہری شکل وصورت بالکل

ویسی تھی جیسی امرائے انگلستان کی جاگیروں میں دربان کی جائے سکونت کی ہوا کرتی ہے۔ اس مکان کے دوسری جانب جھیل کی سمت میں ایک چھوٹا سا گھاٹ پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ اور پانچ چھ بڑی چھوٹی کشتیاں اس گھاٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک خوش پوش پلا ہوا۔ سرد چہرہ اور کسرتی بدن کا آدمی مکان سے باہر نکلا۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر کسی خیال سے رک گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بظاہر اُسے نئے نوکر کی آمد کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اُسے اس کا انتظار بھی تھا۔ مگر جب اُس نے میری شکل وصورت دیکھی۔ اور جب اُس کی نگاہ اُس خوش قطع سوٹ کی طرف گئی۔ جو میرے دوست ولنڈرزی کپتان نے مجھ کو دیا تھا۔ تو اس کو یہ سوچ کر تامل ہوا کہ یہ آدمی وہ نوکر نہیں ہو سکتا جس کا انتظار تھا۔ بہرحال میں نے اُسے بہت عرصہ کشمکش و پیچ میں رکھنا غیر ضروری سمجھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ میں کون ہوں جس کے بعد اس نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے گاڑیبان کو اپنی طرف سے کچھ انعام پیش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے جواب دیا۔ کہ میں آپ سے ایک پائی بھی لینا منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مسٹر ڈنکنسن نے نہ صرف میرا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ اگر تم ان سے کچھ اور لو گے تو مجھے سخت ناراضگی ہوگی۔ تاہم اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس کے بعد گھوڑوں کو چابک لگا کے موضع ہتھکن کی طرف چلدیا۔ جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا پرفضا گاؤں ہے۔ اور جھیل کے اُسی ساحل پر جہاں میں اس وقت کھڑا تھا قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ملاح نے جو مسٹر دیناچر کا ویسا ہی تنخواہ دار آدمی تھا۔ جیسے امرائے انگلستان کی اراضی کے دربان عموماً ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈونگی کھول کر میرا ٹرنک اس

میں رکھدیا۔ اور جب میں خود بھی اُس میں بیٹھ چکا۔ تو وہ اُسے کھیتا جزیرہ نما کی طرف
لے چلا۔ وسط مارچ کی پُرفضا سہانی شام تھی۔ اور سورج مغربی پہاڑیوں کی چوٹی
پر آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اطراف کوہستان میں چھائے ہوئے چند بادل جھیل
کے شفاف پانی میں عکس افگن ہو کر عجیب و غریب سائے پیدا کرتے تھے۔ ہوا میں
بھی وہ سردی نہ تھی۔ جس کی مجھے اس موسم میں سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ میں امید
ہو سکتی تھی۔ البتہ ایک طرح کی راحت افزا خنکی صحت بخش اور جاں پرور اس میں
باقی تھی۔ ہماری کشتی جب اینج کے ساحل کی طرف بڑھی۔ تو اس کے وسط میں اونچے
مقام پر بنی ہوئی عالیشان عمارت نیلگوں آسمان کے مقابلہ میں زیادہ پُرعظمت
دکھائی دینے لگی۔ پودوں پر ہری ہری کونپلیں نکلنے لگی تھیں۔ اور گو کچھ درخت ایسے
بھی تھے۔ جن کی بے برگ شاخوں میں سرمائی سختی کے آثار اب تک باقی تھے۔ تاہم
وہ برہنہ شاخیں بھی نظارہ کی سنسانی پیدا نہ کرتی تھیں۔ اور اُن کے مقابل میں حدنگاہ
تک پھیلا ہوا سبزہ جو ڈھلوان مقاموں پر عمارت کے سامنے اور اس کے اطراف میں
جھیل کی سطح تک پہنچا ہوا تھا۔ بڑا پرکیف نظارہ پیش کرتا تھا۔ کشتی آخرکار ایک
اور گھاٹ کے پاس جا کر رُکی۔ جو عین اس گھاٹ کے بالمقابل واقع تھا۔ جس سے
ہم چلے تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک ویسا ہی خوشنما چھوٹا سا مکان
جیسا جھیل کے دوسری جانب تھا۔ اس جگہ بھی موجود تھا۔ قریباً ایک درجن کشتیاں
چوبی چھت کے نیچے جس کے استادے سطح آب سے اُوپر کی طرف اُٹھتے تھے بندھی
ہوئی تھیں۔ بعض اتنی وسیع اور عالیشان کہ میرے خیال میں اُن کو چلانے کے لئے
کم از کم ایک درجن ملاحوں کی حاجت ہوتی تھی۔ گھاٹ پر اتر کر میں نے اپنا صندوق
شانہ پر رکھ لیا۔ اور عمارت کی طرف چلا۔ جس کا بڑا پھاٹک اُس گھاٹ والے
مکان سے جس کے پاس میں جا کر اُترا تھا۔ قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھائی دیتا تھا۔

# باب ۳۴

## اینچ متھکلن

طرز جدید کی ڈیوڑھی میں بنا ہوا سامنے طرف کا پھاٹک چونکہ بند تھا۔ اس لئے میں نے اس کو کھٹکھٹانا غیر ضروری سمجھا۔ اور عمارت کے پہلو میں چلتا ہوا شاگرد پیشے کی طرف ہو لیا۔ چند منٹ کے عرصہ میں ایک گنوارو وضع کے دروازہ کے پاس جا پہنچا جس کے بھاری پھاٹک میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی۔ مجھ کو آتا دیکھ کر ایک دراز قد نوکر جس نے خوشنما وردی پہنی ہوئی تھی۔ باہر نکلا اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ہی وہ نوجوان ہو جس کی آمد کا انتظار تھا؟ میرے ہاں کہنے پر ملاح کی طرح اس نے بھی میرا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور مجھے اپنے ساتھ ایک فراخ اور اونچی ڈیوڑھی میں لے گیا جس کی دیواروں پر جنگ اور شکار کی لاتعداد یادگاریں آویزاں تھیں۔ مثلاً پرانی وضع کی ڈھالیں اور بھدے چوڑے اور باریک پھل کی تلواریں اور خنجر بارہ سنگوں اور سوروں کے کٹے ہوئے سر اور ایسی ہی لاتعداد چیزیں ایک شکیل و وجیہ آدمی جس کا قد چھ فٹ دو انچ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ کی پوری وردی پہنے جس کی ٹوپی میں لگے ہوئے سیاہ پر اس کے بائیں شانہ پر لہراتے تھے۔ بنچ پر بیٹھا بین ہاتھ میں لئے اس کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ والئے اینچ متھکلن کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اور اس کا کام ضیافتوں میں بین بجا کر سنانا تھا۔

نوکر جو میرے ساتھ آیا تھا۔ ڈیوڑھی کے وسط میں تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور تعریفی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگا گویا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نظارہ نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے جیسا کہ

لازم تھا۔ تعریف و خوشامد کے چند الفاظ کہے۔ جس پر نوکر انداز وقار سے مسکرایا۔ میرا خیال ہے اُسے اُس خاندان کی عظمت و عزت کا جس میں وہ نوکر تھا۔ کچھ کم تکبر نہ ہوگا۔ غالباً اسی نے اُس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ میں اس نظارہ سے بیحد متاثر ہُوا ہوں۔ بعد ازاں وہ مجھے ساتھ لئے کئی لمبے رستوں اور غلام گردشوں سے گذر کر مکان کے اُس حصہ میں پہنچا۔ جہاں نوکر لوگ رہتے تھے۔ اور جس کی کھڑکیاں عمارت کی پشت پر ایک نہایت وسیع صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک بہت لمبی میز اس جگہ بچھی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر میں نے اندازہ کیا کہ کم از کم تیس نوکر اس کے ارد گرد بیٹھ سکتے ہوں گے۔ چنانچہ اب بھی دس بارہ نوکر اور نوکرانیاں اس جگہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر جب اُس آدمی نے جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ اُن سے میرا تعارف کرایا۔ تو وہ سب اس قدر محبت اور بے تکلفی سے پیش آئے۔ کہ مجھے کسی طرح کی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک اور نوکر مسٹر ڈیناچر کو میری آمد کی خبر دینے چلا گیا۔ اور اسی نے چند منٹ بعد واپس آکر اطلاع دی کہ آقا نے اسی وقت تم کو یاد کیا ہے۔ اس پر میں اُس دوسرے آدمی کے ساتھ فراخ صحن سے گذر کر عمارت کے نچلے حصہ میں بنے ہوئے ایک برآمدہ میں پہنچا جہاں سے ہم ایک اور رستہ سے گذر کر بہت بڑے ہال میں جا پہنچے۔ اس کا فرش اور استادے ایک ڈال سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ ایک چوڑا اور خوشنما زینہ اس جگہ سے اوپر کی طرف جاتا تھا۔ ہم اُس پر چڑھنے لگے۔ اور آخرکار ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے کئی رستے مکان کے مختلف حصوں کی طرف جاتے تھے۔ یہیں سے ایک رستہ کمرہ نشست کی طرف بھی گیا تھا۔ یہ کمرہ بجائے خود بہت وسیع اور خوشنما طریقے پر آراستہ تھا۔ مگر اس سامان آرائش کو دیکھ کر مجھے بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا۔ کہ زمانہ حال کی دلچسپیاں رکھتے ہوئے بھی اس گھر کے مالک کو عہد گذشتہ

کی یادگاریں جمع کرنے کا خاص شوق ہے۔ کمرہ میں جا بجا شیشہ کی الماریوں میں رکھے ہوئے سکاٹ لینڈ کے کوہستانی جنگجوؤں کے کئی کئی طرح کے بت تھے۔ جن کا لباس باشندگان ہائی لینڈس کی مشہور قومی طرز پر تھا۔ حتیٰ کہ آتشدان پر رکھے ہوئے ٹائم پیسوں کے گرد بھی اسی طرح کے بت کھڑے دکھائے گئے تھے۔ لباس کی اس طرز خاص کی کثرت کو دیکھ کر پہلے میرا خیال تھا۔ کہ خود والٹے اینج منھگلن بھی اسی طرح کا لباس پہننے کا عادی ہوگا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس نے بالکل اس قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ جیسا صدر مقام برطانیہ کے کسی ذی استطاعت باشندہ کا ہو سکتا ہے۔

مسٹر ویناچر کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ مگر اُس کی کاٹھی اتنی مضبوط قامت اتنی سیدھی۔ رنگت اتنی سُرخ۔ دانت ایسے مضبوط اور سیاہ آنکھیں اتنی روشن تھیں۔ کہ کوئی شخص اس کو دیکھ کر بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پچاس سال یا اس سے بھی کم عمر کا آدمی ہے۔ سر کے بال جو عہد شباب میں سیاہ تھے بقدر نصف سپیدی قبول کر چکے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اُن کی رنگت لوہے کی ملگجی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہ [illegible] گنجانی میں فرق آیا۔ اور نہ کسی مقام پر ان کے اڑنے کا نشان تھا۔ اس کے [illegible] وجیہ چہرہ پر گو اس قسم کے آثار کبر موجود تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ اسے اپنی دولت بکثرت اور شوکت پر ناز ہے۔ تاہم ان کے ساتھ ملے ہوئے فیاضی اور رحمدلی کے اثرات ان کی سختی کو بڑی حد تک کم کرتے تھے۔ علاوہ بریں وہ آثار ذہانت جو اس کی کشادہ پیشانی پر موجود تھے۔ وہ اس کے چہرہ کو اور بھی زیادہ دلکش بناتے تھے۔ اس کے انداز خالص امیرانہ ہوتے ہوئے بھی ناجائز رعونت سے پاک تھے۔ اُس کی ہر بات سے وقار ظاہر ہوتا تھا تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک مسلمہ صاحب اخلاق اور نیک طینت آدمی تھا

اس کا لہجہ ہر چند اُس آدمی سے ملتا تھا۔ جو عمر بھر حکم صادر کرنے۔ اور اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا عادی رہا ہو۔ تاہم انصافاً کہنا پڑتا ہے۔ کہ کسی طرح کی سختی یا سخت گیری نہ اُس کے لہجہ اور نہ انداز میں پائی جاتی تھی۔ اور مطلق العنانی کی خو تو اس میں قطعاً موجود نہ تھی۔ اس کے برعکس وہ بڑا حلیم اور منکسر المزاج آدمی تھا۔ چنانچہ جب اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ تو گو اس کا لہجہ اس آدمی سے ملتا تھا۔ جو سمجھتا اور محسوس کرتا ہو۔ کہ وہ شخص ثانی سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ تاہم کیا مجال اس کی گفتگو میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہو جو مجھ پر اپنی کم حیثیتی ظاہر کرکے میرے دل میں ذلت یا شرم کا احساس پیدا کرتا۔ القصہ اس کی گفتگو اس طرح کی تھی۔ جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ اپنے آپ کو میرا افسر و حاکم سمجھتے ہوئے بھی وہ مجھ سے پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔ اور گو اُس کو معلوم ہے کہ اس کی جائے سکونت کمرہ نشست میں ہے۔ اور میری نشست گرد بیٹھے کی ادنی کوٹھڑی میں۔ تاہم اُس کی طرف سے نوکروں کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھنے اور انہیں ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کے معاملہ میں کوئی کوتاہی عمل میں نہیں آسکتی۔ یہ وہ سرسری اندازہ تھا۔ جو میں نے والئے انج متھگلن سے رو برو جا کر تھوڑی سی دیر میں اس کی سیرت کے متعلق قائم کیا۔ اور گو اُس کے بعد اُس کی ملازمت کے دوران میں مجھے اس کے متعلق کئی باتیں اور بھی معلوم ہوئیں۔ تاہم اس کی وہ عزت جو یوم اول کو میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ وہ دم آخر تک کم نہ ہو سکی۔ نہ مجھے اس اندازہ میں، جو میں نے اس کی خصلت کے متعلق شروع میں قائم کیا تھا۔ کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مگر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ان تین شخصوں کے بارہ میں چند الفاظ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو اس وقت والئے انج متھگلن کے پاس بیٹھے تھے۔ جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا

وہ تین شخص یہ تھے۔ ایک اس کا بیٹا۔ ایک اس کی بھتیجی اور ایک وہ عجیب الوضع
جس کا پورا نام ڈامنی کلیک مین تھا۔ مگر جسے سب لوگ ڈامنی کہکر بلایا کرتے تھے
میں ان تینوں کا ذکر باری باری کرتا ہوں۔
والے اینج متھگلن کے بیٹے کا نام لیناکس . . . لیناکس دیناچر تھا۔ اور
اس کی صورت اپنے باپ کی شکل وصورت سے اتنی ہی مشابہ تھی۔ جتنی ایک
سالخوردہ آدمی کی تصویر اس کی عہد شباب کی تصویر سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ عمر اس
کی تیس سال کے قریب تھی۔ اور اپنی عمر میں جتنے خوبصورت نوجوان میری
نظروں سے گذرے ہیں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سب سے افضل و
بہتر تھا۔ قامت دراز۔ چھ فٹ کے قریب۔ خط و خال مردانہ مگر اعضا کا تناسب
اتنا نفیس جتنا صنف نازک ہی میں پایا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی جنس
کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ نہ صرف اُس کے چہرہ کی ساخت اپنے باپ
کے چہرہ سے ملتی تھی۔ بلکہ اس کے بشرہ کے انداز بھی وہی تھے۔ یعنی تکبر و فیاضی انکسا
و عالی حوصلگی اپنی مرکب صورت میں اُس کے چہرہ پر موجود تھے۔ سر کے بال پر زاغ
کی مانند سیاہ اور قدرتی طور پر بل کھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی اور فراخ آنکھیں
گہری سیاہ۔ جن کی تہ میں جوش شباب کی آتش جہندہ پائی جاتی تھی۔ چمکیلے سیاہ
گلچھے ٹھوڑی کے نیچے اس طرح ملے ہوئے تھے۔ کہ سامنے سے دیکھیں تو اس کا چہرہ
مکمل بیضوی دکھائی دیتا تھا۔ دانت گو کسی قدر چوڑے تھے۔ تاہم ان کی رنگت
عاج سے بڑھ کر سپید تھی۔ اور جلد بدن کا سرخ و سپید رنگ جو رخساروں کے پاس
خصوصیت سے نمایاں تھا۔ ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص گول کمرہ میں بیٹھ کر وقت
ضائع کرنا نہیں جانتا۔ بلکہ جھیل پر کشتی چلانے یا وادی اور کہساروں میں شکار کا پیچھا کرنے
کے مردانہ کھیلوں کا شائق و دلدادہ ہے۔

مگر میں نہیں جانتا وہ کونسے الفاظ ہیں جن میں اُس ہشت دہ سالہ نازنین کے حسن گلوسوز کی تعریف کی جائے۔ جو ایک صوفے پر ریناکس ونیاچر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ والئے اینج متھگلن کی بھتیجی ایمیلین ونیاچر تھی۔ یعنی مسٹر ریناکس کی چچازاد بہن۔ دنیا کے سب سے زیادہ خوشنما چھولوں میں ایمبل میرے نزدیک درجہ اول پر تھی۔ تاہم اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایمیلین کو بڑی آسانی سے اس کے بعد دوسرا درجہ دیا جا سکتا تھا۔ رنگت بے حد سپید اور اتنی شفاف کہ اُس جگہ کوہستان سکاٹ لینڈ میں بھی جہاں سردی اتنی شدید اور گرمی اس قدر عار سمجھی گئی ہے۔ اس کی پاکیزگی مکمل ترین صورت میں قائم تھی۔ پھولوں میں کمیلیا کا رنگ اپنی دلکش سپیدی کی وجہ سے کسی معصوم دوشیزہ کے حسن سے مشابہہ سمجھا گیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایمیلین کے چہرہ کی سپیدی اُس ہلکے گلابی نشان کے سوا جو رخساروں کے وسط میں قائم تھا۔ اس پر بھی فائق اور غالب تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی موٹی آنکھیں جن کی تہ میں خیال انگیز سکون کی گہری جھلک موجود تھی۔ اور وہ جھلک اُن آثار ذہانت کے عین حسب حال تھی۔ جو اس کی فراخ سپید پیشانی پر موجود تھے۔ لیکن وہ آثار ذہانت جنہیں قدرت صرف منتخب اشخاص کو عطا کرتی ہے۔ اس کے انداز میں کسی طرح کی مردانہ جھلک پیدا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُس سے محض اس طرح کا وقار نسوانی پیدا ہوتا تھا جیسے چہرہ کی نرمی اور معصومیت کم کرتی اور پاک بناتی تھی۔ سر کے بال گہرے بھورے رنگ کے جن میں ایک دلفریب قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ اور وہ اُس کے خوشنما چہرہ کے اطراف میں اس کے پُرکیف دلارے شانوں اور گردن کے پاس جس کی سپیدی بدن کے دوسرے حصوں سے زیادہ واضح اور صاف تھی بے باکانہ لٹکے ہوئے تھے۔ اُس کے تریاقی ہونٹ اپنے اندر اوس کی سی نمی رکھتے تھے

اور اُن سنگرفی ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو لڑیاں بے داغ اور ہموار جن کی چمک
دن کی روشنی کو شرماتی تھی۔ موجود تھیں۔ پلکیں لمبی اور آبنوس کی مانند کالی جس
سے اُس کی آنکھوں کی گہری نیلی رنگت حقیقت سے زیادہ سیاہ نظر آتی تھی
اور بھویں جو پلکوں کی مانند سیاہ تھیں آنکھوں کے اوپر اس طرح صورت کمان
تنی ہوئی کہ عیب جو نظریں اُن میں کوئی نقص دریافت نہ کر سکتی تھیں۔ اس دلکش
تصویر حسن کی اس قدر تفصیل بیان کرنے کے بعد میں صرف یہ الفاظ اس پر اضافہ
کرنا چاہتا ہوں کہ گو اُس کے خط وخال نمایاں تھے۔ تاہم اُن میں اس قسم کی نرمی
اور گولائی پائی جاتی تھی۔ جسے عہد قدیم کے نامی مصوروں نے اپنی شاہکار تصویروں
میں پیش کیا ہے۔ پھر اُن خط وخال سے زنانہ نزاکت اور دوشیزگی کی مخصوصیت
اس حد تک ظاہر ہوتی تھی۔ کہ ان کی موجودگی سے وہ اثر وقار جو اُس کی
چوڑی پیشانی پر نمایاں تھا۔ اگر بالکل دبا ہوا نہیں تو کسی حد تک مغلوب ضرور تھا
پہلی بار اُس کی صورت دیکھنے سے اُس کے حسن تازہ کی یہ چند خصوصیات ہی نظر آتی
تھیں۔ لیکن بعد ازاں جب اُس کے خوشنما پاک چہرہ کو مختلف اوقات میں دیکھنے
کا موقعہ ملے۔ تو وہ قدرتی ذہانت بھی جو اُس کی فراخ پیشانی پر قائم تھی پوری [illegible]
دکھائی دیتی تھی۔ اُس کا چہرہ جب سامنے سے دیکھا جائے۔ تو ٹھوڑی [illegible]
کی وجہ سے گداز معلوم ہوتا تھا۔ تاہم اُس کی دودھیا سپید رنگت اور اس رنگت
میں ملی ہوئی ہلکی گلابی جھلک کو مد نظر رکھ کر یہ خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لایا جا
سکتا تھا۔ کہ فربہی کے آثار اُس کے حسن کی دلفریبی کو کسی طرح کم کرنے کے لئے موجود
ہیں۔ اس کی قامت درجہ اوسط سے زیادہ بدنی ساخت مکمل اور ان اوصاف
سے پُر تھی۔ جن کی موجودگی میں مناسب وقت گذر جانے کے بعد اس شگوفہ کے
دلفریب کلی کی صورت اختیار کرنے کی پوری امید قائم ہوتی تھی۔ بحیثیت مجموعی

اس کا بدن ہلکا چال لچکیلی گردن ہنس راج کی گردن سے ملتی ہوئی اور سر کی ساخت میں بلندی اور وقار کی دلفریب آمیزش تھی۔ القصہ ایمیل سے دوسرے درجہ پر وہ میری دیکھی ہوئی عورتوں میں سب سے زیادہ نازک اور حسین تھی۔ اور اس قدر نیکی نیک اطواری اور حلم اس میں پایا جاتا تھا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی آدمی نہ ہوگا۔ جو ہیلین وینا چر کو دیکھے اور اس کی ذات سے گہری دلچسپی محسوس نہ کرے۔

اس ذکر کو چھوڑنے سے پہلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان خاتون کمسنی سے یتیم تھی۔ یہاں تک کہ اسے اپنے والدین کے بارہ میں کوئی حال قطعاً معلوم نہ تھا۔ کیونکہ اس کی ماں اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مر گئی۔ اور باپ جو شرق الہند میں فوجی افسر تھا اس وقت انتقال کر گیا تھا۔ جب اس کی عمر چھوٹی تھی۔ مشرق کی دور افتادہ سرزمین میں وہ اس مہم میں کام آیا۔ جو بعض دیسی سرداروں کے برخلاف اختیار کی گئی تھی اور اس طرح اپنی اکلوتی بیٹی کو شیرخوارگی میں ہی اپنے بھائی والٹر رچ منھگلن کے زیرسایہ چھوڑ گیا۔ صرف چند ہزار پونڈ کا چھوٹا سا ترکہ اس کی واحد میراث تھا۔ گویا ہیلین کی پرورش شروع سے ہی والٹر رچ منھگلن کے زیرنگرانی ہوئی اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس نے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مسٹر وینا چر کو ہر طرح کے سکولوں سے سخت نفرت تھی۔ خواہ وہ لڑکوں کے لئے ہوں یا لڑکیوں کے۔ پس سولہ سال کی عمر تک ہیلین کی تعلیم ایک استانی کے سپرد رہی۔ تاہم اس کی عمر کا تمام تر حصہ جھیل کے وسط میں بنے ہوئے اس محل میں ہی بسر نہ ہوا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایڈنبرگ اور سکاٹ لینڈ کے بعض دوسرے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکی تھی اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد قریباً ایک سال سکاٹ لینڈ کے صدر مقام میں رہی تھی۔ وہاں کی بہترین سوسائٹی کے میل جول نے اس کے اطوار میں وہ نزاکت اور صفائی پیدا کر دی تھی۔ جو بہترین تربیت کے باوجود شائد اس صورت میں کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اگر اس کو عمر بھر سکاٹ لینڈ کے دہستانی علاقہ کی کم مہذب سوسائٹی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔

میرا آدمی جسے میں نے اپنے آقائے نامدار کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ڈامٹی کلنیک سلین تھا
عمر اس کی والئے ارچ منتھگلن سے وہ یا تین سال زیادہ یعنی ساٹھ سال سے اوپر تھی۔ مگر اپنی طرز پر
وہ بھی اس عمر کے باوجود اتنا ہی مضبوط و توانا تھا۔ جتنا مسٹر دینا چہرہ ایک عجیب طرح کی بالوں
کی بنی ہوئی ٹوپی جس کی رنگت سن کی ہلکی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہایت بھدی ساخت کی اور
انتہا درجے مضحکہ انگیز اس کے سر پر تھی۔ اس کے چوڑے چکلے چہرے پر جو اس قدر فربہ تھا
کہ ٹھوڑی کے بل گلے میں بندھے ہوئے رومال کو بالکل چھپاتے تھے۔ گلچھوں کا نشان تک
تھا۔ قد پستہ لیکن بدن انتہا درجے فربہ اور اس کی قدرتی لڑکھڑاتی ہوئی چال کو دیکھکر بارہا
ایسا معلوم ہوتا۔ گویا وہ بے حد شراب پیئے ہوئے ہے۔ حالانکہ واقعہ میں وہ بسیار نوش
ہرگز نہ تھا۔ عمدہ کھانوں کو وافر مقدار میں نوش کرنے کا گو اس کو شوق تھا۔ تاہم شراب کے استعمال
میں وہ کبھی حد اعتدال سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ وہ صاف و سادہ مزاج کا نیکدل نیک خو آدمی
تھا۔ تمام دنیاوی حالات سے لاعلم اور برائی کے وجود سے اس قدر بے بہرہ کہ اگر کبھی یہ بات اس
کے سننے میں آتی۔ کہ فلاں شخص والئے ارچ منتھگلن کے خلاف منشا کوئی کام کر کے اس کو رنجیدہ کر رہا
ہے۔ تو وہ لگاتار گھنٹوں احمقانہ حیرت کے آثار منہ پر لئے پُرخیال انداز سے چپ چاپ بیٹھا رہتا
اس قسم کی حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار قریبًا ہر وقت اس کے چہرہ پر موجود رہتے تھے۔ صحیح
معقول میں وہ کسی وقت بھی گفتگو نہ کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ جو کچھ اس کی موجودگی میں
کہا جائے۔ وہ اس کے سلسلہ میں سست انداز سے چند مختصر بے جوڑ جملے اظہار رائے کے طور پر
کہہ دیتا۔ خصوصیت سے اس طرح کے موقعوں پر جب والئے ارچ منتھگلن کے منہ سے کوئی حکم صادر
ہو اس وقت وہ اس حکم کی نوعیت سے قطع نظر ضرور اپنے طور پر اس حکم کی تصدیق کر دیتا تھا۔ مگر
اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ مسٹر کلنیک سلین ٹوڈی یا خوشامدی تھا۔ نہیں وہ اپنے طور
پر بڑا آزاد خیال آدمی تھا۔ اور جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ اپنے آپ کو ارچ منتھگلن کے حلقہ
خاندانی کا جزو لازم سمجھا کرتا تھا۔ پھر اس کی گفتگو کے متعلق دیگر اس کے منہ سے نکلے ہوئے بے جوڑ

لفظوں کو اس نام سے موسوم کرنا ممکن ہو۔ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ عادتاً اظہار رائے کے طور پر ضرور کوئی قصہ بیان کرنا شروع کرتا لیکن ہر حال میں اس کو ناتمام ہی چھوڑ دیتا تھا۔ فی الحقیقت جہانتک مجھکو یاد ہے۔ اس نے کبھی کسی موقعہ پر بھی اپنے بیان کردہ قصہ کو تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ یا تو اپنے ہی خیالات کے انہماک میں اس کا سلسلہ بھول جاتا۔ یا کسی دوسرے آدمی کے گفتگو میں حصہ لینے سے مجبوراً رک جاتا۔ قدیم لاطینی کتابوں یا درسی کتب کے سوائے مطالعہ کا شوق بالکل نہ تھا۔ اور اب کچھ عرصہ سے تو اس نے ان چیزوں کو دیکھنا بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ یونہی آرام و آسائش کی حالت میں چپ چاپ بیٹھا اونگھا کرتا۔ اس کا دستور تھا۔ سوائے ان حالتوں کے جب کھانے کی میز پر بیٹھا ہو اور اس طرح کی حالتوں میں وہ بڑا تیز و طرار اور چالاک و چوکنا رہا کرتا تھا) موسم سرما میں جلتی آگ کے پاس آرام کرسی پر یا گرمیوں میں جھیل کے ساحل پر بنچ پر بیٹھکر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیتا۔ میں نے ہمیشہ اس کے گلے میں سیاہ رنگ کا [illegible] دیکھا۔ یعنی درزی کا سلا ہوا ڈھیلا کوٹ بڑی بڑی جیبوں کی [illegible] جن میں سے ایک کے اندر [illegible] کی ڈبیہ اور دوسری میں تمباکو کا بکس موجود رہتا تھا۔ کیونکہ اسے تمباکو پینے کا بہت شوق تھا۔ اور بدن کے زیرین حصہ میں آدھی برجس اور گیٹر بحیثیت مجموعی اس کی صورت کسی پادری [illegible] سے ملتی جلتی تھی۔ چاندی کی ایک بہت بڑی گھڑی ہر وقت اس کی جیب میں رہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سونے کی زنجیر میں لاتعداد کنجیاں اور مہریں آویزاں رہا کرتی تھیں۔

سلسلہ داستان شروع کرنے سے پہلے میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ [illegible] کی دو بار شادی ہوئی تھی۔ پہلی بی بی سے بیٹا کس جو ریاست کا وارث تھا پیدا ہوا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کی ولادت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مر گئی۔ اس کے بعد کئی سال گذر گئے اور اس عرصہ میں والٹر متھگلن نے دوسری شادی نہ کی لیکن بعد ازاں عرصہ دراز گذر جانے پر اس نے پھر شادی کر لی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر دوسرے بیٹے کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد اس بی بی کا بھی انتقال ہو گیا۔ چنانچہ جیمس زمانہ

میں ہی بسلسلہ ملازمت ارچ متھگلن پہنچا۔ توان دو لڑکوں کی عمر جن کے نام آئیور اور لوکیل تھے
بارہ اور دس برس کی تھی۔ معلوم ہوا ڈامنی کلنیک مینن کی آمد سب سے پہلے بڑے لڑکے لیناکس
کی تعلیم کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ذہین اور روشن دماغ نہ ہوتے ہوئے بھی ڈامنی قدیم ادبیات
تاریخ، جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم بوجہ احسن دے سکتا تھا۔ اور انہی چیزوں کی واسئے ارچ متھگلن
کی رائے میں ایک کوہستانی امیر کے بیٹے کو ضرورت تھی بسلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اگر اس طرح
کی سستہ ہی تعلیم کو کسی پہلو سے مکمل سمجھا جا سکتا ہے) گو ڈامنی کلنیک مینن کی خدمات کی ضرورت
باقی نہ رہی تھی۔ تاہم دائے ارچ متھگلن نے پاس وضعداری سے اسکو اپنے ہی پاس رہنے پر
مجبور کیا اور عذر یہ رکھا کہ اب آپ آئیور اور لوکیل کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لیں چند سال ڈامنی بیچارہ
جس طرح بھی ممکن تھا۔ ان دو لڑکوں کے ساتھ نباہ کرتا رہا لیکن اس طرف کچھ عرصہ سے اس کا
بدن اتنا فربہ اور دماغ ایسا کند ہو گیا تھا کہ اس کے لئے ان فرائض کو پورا کرنا کم و بیش محال
ہو گیا۔ مسٹر دنیا چرنے یہ حالت دیکھی۔ تو دو نو چھوٹے لڑکوں کے تعلیم کے لئے ایک اور نوجوان
اور قابل استاد کی خدمات حاصل کریں مگر ڈامنی کلنیک مینن کو پھر بھی اپنے ہی مکان پر رکھا اب
گویا وہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان کا ایک جزو لازم بن چکا تھا اور ارچ متھگلن نے واقعہ
میں ہائی لینڈ کے صحیح آداب میزبانی سے کام لیکر لیکن ظاہراً ڈامنی کی موجودگی کو چھوٹے بچوں
کی حفاظت و نگرانی کے لئے ضروری قرار دے کے اسے اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا۔
اس نے ہر ایک معلم پر یہ بات اشارتاً بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ جو کچھ اس کے لئے کر رہا
ہے وہ محض ازراہ فیاضی ہے بلکہ نمائش یہ کی کہ گھر میں اس کی موجودگی اس قدر ضروری
ہے کہ اسے رخصت کی اجازت دی ہی نہیں جا سکتی۔ کلنیک مینن بیچارہ کچھ تو طبعاً کند
ذہن تھا کچھ اس جگہ رہتے ہوئے عمدہ کھانے اور آرام کی زندگی بسر کرنے سے اور بھی زیادہ
کند دماغ ہو گیا۔ پس اس نے بھولے پن سے یہی سمجھا کہ ارچ متھگلن کی بیان کردہ وجوہات
صحیح ہیں اور اسی خیال کے اثر میں وہ بخوشی اس جگہ رہنے لگا۔ فی الحال اس قیام کے معاوضہ

میں نہ صرف اس کو رہنے کے لئے اچھی جگہ اور کھانے کو عمدہ اور نفیس غذا مفت ملتی تھی۔ بلکہ ڈیڑھ سو پونڈ سالانہ جیب خرچ کے لئے اس کے علاوہ دیئے جاتے تھے۔ مگر انصافاً مسٹر کلیک مین کے بارہ میں بھی یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس لمبے قیام میں اسے اس خاندان سے گہری محبت ہو گئی تھی۔ اس کی رائے میں ارچ متھگلن روئے زمین کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ لیڈی گن ہیرو شکاریوں میں سب سے بڑھ کر بے خوف اور مردوں کی صف میں سب سے زیادہ شکیل و وجیہہ تھا اسی طرح ایمیلین کے بارہ میں اس کا خیال تھا کہ جونو مزدا اور دنیس کی روایتی اشکال خوبصورتی اور خوشنمائی میں کبھی اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں رہ گئے چھوٹے لڑکے تو ان کے بارہ میں بھی اس کی رائے اتنی ہی بلند و ارفع تھی جتنی اس کنبہ کے اور لوگوں کے بارہ میں ان سب باتوں کے علاوہ لائق ڈاکٹر ارچ متھگلن کے دسترخوان کو بہترین تصور کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ بڑا ہی بدنصیب انسان ہوگا جسے اس دسترخوان سے ذلہ چینی کا فخر حاصل نہ ہوا ہو۔

یہ سارے حالات جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ہی وقت میں ارچ متھگلن کے حضور میں پیش ہونے کے موقعہ پر مجھکو معلوم نہ ہوئے تھے بلکہ ان کے بارہ میں میری واقفیت نے رفتہ رفتہ ترقی کی تھی۔ تاہم میں نے ان سب کا یکجائی ذکر اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آگے چلکر سلسلہ داستان کو ان تفصیلات کی خاطر روکنے کی حاجت نہ ہو۔ خیر تو میں جس وقت مسٹر دنیا چر کے روبرو پہنچا۔ تو اس نے گہری توجہ سے ملی ہوئی اس قسم کی بلند نظری سے جس کا وہ عادی تھا میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اپنے جی میں میں یہ بات اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ گو اول آن منیڈی دل نے اپنی بیٹی کیلینتھ کے اس عشق کے بارہ میں جو اس غریب کو مجھ سے تھا اشارتاً بھی کوئی بات مسٹر دنیا چر سے بیان نہیں کی۔ تاہم اس کا مجھکو یقین تھا کہ اپنے خط میں ضرور اس نے میری پرزور سفارش کی ہوگی۔ چنانچہ اس کا حوالہ اس خط میں بھی درج تھا۔ جو اس نے ایڈ میں میرے نام بھیجا تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ یہ ان سفارشات کا ہی نتیجہ ہے کہ ارچ متھگلن کے نامی اور طاقتور سردار کو میری ذات

سے اتنی گہری دلچسپی ہے۔ ورنہ میں بھی دوسرے نوکروں کی طرح ایک نہایت معمولی نوکر تھا اور مجھ میں کوئی خصوصیت ایسی نہ تھی۔ جو اپنے آرنچ متھکلان کے لئے ذریعہ کشش ثابت ہوتی۔

تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار مسٹر دنیا چرنے یہ کہکر پھر سکوت توڑی۔ "نوجوان آدمی۔ مجھے کئی دن پہلے تمہارے آنے کی امید تھی۔"

"جناب مجھکو افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے حاضر نہ ہوسکا۔" میں نے مودبانہ جواب دیا۔ "بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی بے جا تساہل نہیں ہوا بلکہ میں جس قدر جلد حالات نے مہلت دی حاضر ہوگیا۔"

"خیر میں تمہارے جواب سے مطمئن ہوں۔" مسٹر دنیا چر نے کہا۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ تم مسٹر لینا کس کے ساتھ رہکر اسی کی خدمت کیا کرو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اس مقام کی طرف دیکھا جہاں اس کا بیٹا صوفے پر بیٹھا تھا۔ "عام طور پر میں اپنے نوکروں سے یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا کرتا کہ اگر وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کرتے ہیں۔ تو انہیں اس جگہ رہکر کبھی تکلیف کی شکایت نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرسکتے ہیں لیکن اگر وہ قصداً کوئی ایسا فعل کریں جو میری ناراضگی کا موجب ہو۔ تو پھر وہ اس کے نتیجہ کے لئے آپ ذمہ دار ہیں۔ بہرحال تمہاری بابت چونکہ خاص طور پر سفارش کی گئی ہے اس لئے میں یہ بات خصوصیت سے تم پر واضح کردینا چاہتا ہوں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اس انداز سے میری طرف دیکھا گویا وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں خاص رعایت سے کام لے رہا ہوں۔ "یاد رکھو۔" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہا کہ "اپنے ہی طرز عمل سے تم مجھے اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن بنا سکتے ہو۔ ورنہ جو لوگ ایک بار اس گھر میں داخل ہوں۔ انہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے کہ اس حالت کے سوا کہ کوئی ناقابل معافی خطا ان کی طرف سے سرزد ہو۔ کبھی کوئی موقعہ ان کی علیحدگی یا موقوفی کا پیش نہیں آسکتا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسنی کا یک بیک ملاس کی ایک چٹکی لینے کے لئے آہستگی سے اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب مجھکو پوری امید اور یقین ہے" میں نے براہ راست دائے ایچ متھگلن کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ "کہ آپ مجھے ہر طرح اپنی عنایت اور فیاضی کا مستحق پائیں گے۔ میرے پاس بہترین مسندات موجود ہیں . . . " مگر الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ میں ٹھہر گیا کیونکہ یاد آگیا میرے سب کا غذات اس صندوق میں بند ہیں۔ جو لنڈن کے شراب خانہ کراس کیز میں رہ گیا تھا اور جس کے فی الحال کئی روز تک اس جگہ آنے کی امید نہ تھی۔

"خیر تو تمہاری سندات دیکھنا نہیں چاہتا" ہاں سردار نے ایک ہاتھ لاپروائی سے ہلاتے ہوئے کہا "میرے ایک بہت پرانے اور صادق دوست نے چونکہ تمہاری سفارش کی ہے پس میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔"

"بالکل ٹھیک" ڈاسنی نے پھر ایک بار کرسی میں حرکت کرتے ہوئے ملاس کی ڈبیا ہاتھ میں لیکر کہا "مجھے ایک قصہ یاد ہے جبکہ . . ."

"جو بات اب میرے لئے اسی قدر بیان کرنا باقی ہے" ایچ متھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اگر تم اپنے آپ کو ان سفارشات کے لائق ثابت کروگے۔ جو تمہاری نسبت کی گئی ہیں یعنی تم اپنے آپ کو اس بھروسہ اور اعتماد کا مستحق ثابت کرو جو تم پر کیا جاتا ہے۔"

"واللہ میرے خیال میں" اس موقعہ پر لیاکس نے کہنا شروع کیا "یہ لڑکا ہر طرح ان خدمات کے اہل ثابت ہوگا۔ جو اس کے سپرد کی جاتی ہیں اور چونکہ یہ ہر وقت میرے ہی ساتھ رہتا ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر انسان کی صورت سے سیرت کا صحیح اندازہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس کی طرف سے کبھی کسی طرح کی شکایت کا موقعہ پیش نہ آئے گا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسنی نے پھر ایک بار ملاس کی چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

"آدمی کی صورت اکثر حالتوں میں اس کی سیرت کی مظہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک اور چھوٹا سا قصہ یاد آیا ہے۔۔"

اس وقت والیئے ارچ منتھگلن نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا اور میں اس نوکر کے ساتھ جو دروازہ کے باہر میری واپسی کا منتظر کھڑا تھا۔ پھر ایکبار شاگرد پیشے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں ساڑھے چھ بج گئے تھے۔ اور رات کا کھانا کمرہ طعام میں رکھا جانے لگا تھا۔ چنانچہ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو چھ سات خاصہ بردار نظر آئے۔ جن میں سے ہر ایک ہاتھوں میں بھاری خوان پوش تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا تھا کہ رات کے کھانے پر کچھ مہمان شریک طعام ہوں گے۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا۔ یہ خیال غلط تھا۔ دراصل اس قدر کھانا محض گھر کے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا جس سے قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ ارچ منتھگلن کے دسترخوان پر ہمیشہ اسی کثرت سے عمدہ اور نفیس کھانا پروسا جاتا ہے۔ یہ بات کہ نوکروں کو بھی کھانے کی مقدار اور عمدگی کے بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہ تھی جلدی ہی واضح ہو گئی۔ کیونکہ نو بجے کے قریب نوکروں کے کمرہ میں دسترخوان بچھا تو معلوم ہوا کہ اچھی سے اچھی نعمتیں اس میں شامل تھیں میز کے گرد بیٹھنے والوں کا انتظام تھا اور کئی طرح کا گوشت مرغ و ماہی کے بنے ہوئے سنبوسے اور لاتعداد ناقابل بیان نعمتیں اس کھانے میں شامل تھیں جنہیں کہ سے دیکھکر مجھے دل ہی دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ عمدہ کھانا بھی جو لارڈ ڈریوس ہل کے مکان پر نوکروں کو ملتا تھا اس کے مقابلہ میں ہیچ اور بے حقیقت تھا۔ میرے سمیت نوکروں کی کل تعداد دسوز تھی۔ ان کے علاوہ بارہ کشتی بان جو ملاحوں کی طرز کی وردی پہنا کرتے اور باشندگان ہائی لینڈس کی صحت اور درازی قامت کا بہترین نمونہ تھے اسی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔ چودہ آدمی ایک طرف اور چودہ ان کے سامنے۔ اور میز کے دونوں سروں پر ایک جانب دارو غہ اور دوسری طرف خوان سالار کی نشستیں تھیں۔ ایک اور بات جو میں نے اس جگہ رہکر دیکھی یہ تھی کہ برتن ملنے والے یا دوسرے

ادنیٰ نوکروں کے لئے بھی کھانے کا علیحدہ انتظام نہ تھا۔ سب آدمی ایک ہی مائدہ پر بیٹھا کرتے اور ان میں بہترین برادرانہ تعلقات پائے جاتے تھے۔ القصہ میں جب اس رات اپنے کمرہ میں سونے کے لئے گیا جو مسٹر لیناکس و میاچر کے کمرہ سے بالکل ملحق تھا۔ تو اس نئی ملازمت کے بارہ میں بہترین اثرات میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ خوابگاہ میں پہنچکر یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھنٹہ اس جگہ لٹکا ہوا تھا۔ تا کہ جس وقت مالک کو میری خدمات کی ضرورت ہو۔ تو مجھے فوراً طلب کر لیا جا سکے۔

میری گھڑی چونکہ لندن میں مسٹر لینیوور اور اس کے شیطان سیرت ساتھیوں کی عنایت سے غائب ہو چکی تھی۔ اس لئے بستر پر لیٹتے وقت یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو۔ صبح کے وقت اٹھنے میں دیر ہو جائے۔ لیکن مجھے اس کمرہ میں آئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ معلوم ہوا کمرہ کے باہر کسی مقام پر ایک دیوار گیر گھڑی لگی ہوئی ہے اور اس کے گھنٹہ کی آواز میرے کمرہ میں سنائی دیتی ہے۔ اس سے وہ تشویش جو پہلے دل کو ہوئی تھی رفع ہو گئی۔ میں ایک چھ بجے اٹھا اور اپنے کمرہ کی کھڑکی سے جو عمارت کی پشت پر بنی ہوئی تھی گرد و نواح کا منظر دیکھنے لگا۔ چونکہ واسلے ارنج منتھ گلن کا عالیشان محل ایک اونچے مقام پر واقع تھا۔ اس لئے یہاں سے جزیرہ نما کے اکثر حصہ کا نظارہ بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ جس طرف میں نے دیکھا خوشحالی اور فراوانی کے آثار نظر آئے۔ وہ خاکنائے جو عمارت کی پشت پر اس جزیرہ نما کو جھیل کے دوسرے ساحل سے ملاتی تھی۔ گو بہت چوڑی نہ تھی تاہم اتنی وسیع ضرور تھی کہ گھوڑا گاڑیاں بڑی آسانی سے اس پر آ جا سکتی تھیں۔ اس مطلب کے لئے ایک پختہ اور ہموار سڑک اس پر بنی ہوئی تھی اور وہی سڑک آگے پچھواڑے سے مکان کا طواف کرتی ہوئی عمارت کے چاروں طرف گذرتی تھی جس سے یہ سہولت تھی۔ کہ اگر کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو کر مکان کے پچھلی طرف سے آئے تو وہاں اترے بغیر صدر دروازہ تک بآسانی پہنچ سکتا تھا۔ اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ پچھواڑے کی زمین حد نگاہ تک زیر کاشت اور عمدہ حالت میں تھی۔ بلکہ دور افتادہ مقامات پر جو گاؤں یا جھونپڑیاں

نظر آئیں وہ بھی آسودگی اور خوشحالی کا نمونہ تھیں۔ اس کے مقابلہ میں جب مجھے کیرنڈیل کی خستہ حال تباہ شدہ اراضی یاد آئی۔ تو میرے سینہ سے بے اختیار افسوس کی سرد آہ نکل گئی چاروں طرف جہانتک نظر کام کرتی تھی لیچ منشگلن کی وسیع جاگیر پھیلی ہوئی تھی اور اس کی وسعت اور زرخیزی دیکھکر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ گو اس جایداد کا مالک لارڈ یا بیرونٹ نہیں حتیٰ کہ وہ نائٹ کا خطاب بھی نہیں رکھتا بلکہ نہایت معمولی مسٹر کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم دولت سطوت اور اثر کے لحاظ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ بریں وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور ایک نامی والئے ریاست تھا۔ لاتعداد رشتہ دار اور طرفدار جس کے حلقہ اثر میں تھے پس صحیح معنوں میں وہ ایک غیر معمولی اثر و رسوخ کا آدمی تھا وہ ایک ذی وجاہت باحیثیت سردار تھا جس کی جاگیر اس کی ریاست تھی اور جس کا گھر اس کا قلعہ۔

اس جگہ رہتے ہوئے یہ بات جلدی ہی واضح ہوگئی کہ کام تھوڑا تنخواہ معقول اور صحبت ہر حال میں زیادہ تھی۔ فی الحقیقت مسٹر لیناکس دنیا بھر کی خدمات بجالانے کے جو فرائض میرے سپرد تھے وہ محض برائے نام تھے میں ایک طرح پر اس کا خادم خاص تھا جس کی موجودگی کام سے بہت زیادہ محض زینت کے لئے تھی۔ کیونکہ مسٹر لیناکس خود ایک نامی سردار کا بیٹا تھا اور مناسب عرصہ گذر جانے کے بعد خود اس کوشش سے اس درجہ سرداری تک پہنچا تھا۔ مجھے وردی تو بے شک پہننی پڑتی تھی تاہم خدمات جو میرے سپرد تھیں وہ ایسی تھیں جو کسی معمولی نوکر کو انجام دینی پڑتی ہیں۔ مثلاً میرا فرض یہ تھا کہ اپنے نوجوان آقا کے کپڑوں کا رکھ رکھاؤ کروں جب وہ لباس تبدیل کرے تو اس کام میں مدد دوں بس یہ میرے خاص کام تھے۔ ان کے علاوہ حاضری گو دینی پڑتی تھی تاہم کام عملی طور پر کچھ نہ تھا۔ نہ مجھے دسترخوان پر حاضر ہونا پڑتا تھا نہ دروازہ کھولنے کے لئے جانیکی حاجت ہوتی تھی صرف لیناکس ہی مجھکو اپنے کام کے لئے بلاتا تھا اور وہ کام بھی جیسا کہ کہا جاچکا ہے بہت کم اور بالکل برائے نام تھے جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا اس گھر میں نوکروں کی کثرت کی وجہ سے کئی آدمی میرے علاوہ اور بھی تھے جو اسی طرح کاہلی اور آسایش کی زندگی بسر کرتے تھے مثلاً والئے

پنچ متھگلن کا خادم خاص مس امیلین کی دو کنیزیں اکیونکہ گواں میں سے ایک کے لئے بھی کافی کام نہ تھا تاہم مسٹر دنیا چر کو اصرار تھا کہ دو سے کم کنیزوں کی موجودگی شان ریاست سے بعید ہے) دو دربان جن میں سے ایک ایک دونوں ڈیوڑھیوں پر متعین تھا اور یہ دونوں ڈیوڑھیاں نوالی اور سنگ مرمری ڈیوڑھیوں کے نام سے موسوم تھیں۔ نیز ان کے علاوہ دو وردی پوش جوان جسے مختلف موقعوں پر صرف بن بجانے کا فرض ادا کرنا پڑتا تھا

ولسنے پنچ متھگلن کا خادم خاص جو میرے اس جگہ پہنچنے کے بعد جلدی ہی میرا گہرا دوست بن گیا تقریباً چالیس سال عمر کا آدمی تھا۔ بڑا نیک طینت مگر باتونی جسے اپنے مالک کی ذات پر بے حد فخر تھا۔ اور جو اجنبی شخصوں کو اس جھیل یا اس کے وسط میں بنے ہوئے جزیرہ نما اور اس کے اطراف کا نظارہ دکھا کر خاص طور پر خوش ہوتا تھا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جتنے زن و مرد اس گھر میں نوکر تھے۔ ان میں ایک میں ہی ایسا تھا جس کی سکونت انگلستان کی تھی۔ ورنہ سب کے سب سکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے لیکن گو عام حالات میں اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا۔ کہ وہ لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے مجھ اکیلے کو نفرت یا کم از کم سرد مہری کی نظروں سے دیکھتے۔ تاہم عملی طور پر ایسا نہ تھا۔ وہ سب مجھ سے گہری محبت کرتے تھے۔ اور میں جلدی ہی ان کا ہر دلعزیز بن گیا۔ انہیں اپنی سست لہجہ کی گفتگو کے مقابلہ میں میرے الفاظ کی روانی سے کر حیرت اور خوشی ہوتی تھی اور چونکہ ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسے ہائی لینڈس کی حدود سے باہر جانے یا انگلستان کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس لئے جب میں ان کے روبرو شہر لندن اور انگلستان کے دوسرے مقامات کا ذکر کرتا تو وہ میرے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ والئے ارپنچ متھگلن کے خاص نوکر کا نام کیمرن تھا اور وہ میرے اس جگہ پہنچنے کے دوسرے دن اپنے ساتھ مجھے سیر کرانے لے گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اس جزیرہ نما کا ہر ایک حصہ جس کی گولائی میل کے قریب تھی۔ پر فضا باغات سے ڈھکا ہوا تھا۔ جا بجا رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے اور ہر قسم کے پودے موجود تھے۔ عمارت بجائے خود بہت وسیع تھی۔ کیونکہ سکونتی مکان کے علاوہ

کئی متعلقہ عمارات بھی اس کے گرد و نواح میں بنی ہوئی تھیں کہیں زرعی فارم تھا کہیں مال خانہ اور گودام اور اصطبل میں چھ سات طرح کی گاڑیاں۔ بھاری بند گاڑی سے لیکر ہلکی فٹن تک اور قریبًا ایک درجن گھوڑے کئی رنگوں اور نسلوں کے نہایت اچھی حالت میں موجود تھے۔

"اتفاق کی بات ہے کہ تم ایک ایسے دن اس جگہ آئے" کیمرن نے اس وقت مجھ سے کہا جب ہم جھیل کے ساحل پران لاتعداد آبی پودوں کے پاس سیر کرتے پھر رہے تھے جن میں موسم بہار کے جنگلی پھول ابھی سے جابجا خندہ زن ہونے لگے تھے۔ "جب اس محل میں کوئی جلسہ دعوت نہ تھا۔ حالانکہ جیسا تم دیکھو گے۔ عام طور پر ہفتہ میں قریبًا پانچ روز اس جگہ دعوتی جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اور سال کا کوئی حصہ ایسا نہیں جب یہاں مہمان آکر نہ ٹھہرتے ہوں۔ ان میں سے بعض دنوں اور بعض ہفتوں اس جگہ قیام کرتے ہیں۔"

"اس صورت میں میرا خیال ہے" میں نے جواب دیا "کہ اس جگہ رہتے ہوئے بہت کم کسی آدمی کو اداسی کا سامنا ہوتا ہوگا اور سچ پوچھو تو اداسی ہو بھی کیوں؟ جبکہ یہاں سال کے مختلف حصوں میں نظارہ کی مختلف دلفریبیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔"

"اداسی" کیمرن نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہاں رہکر کسی آدمی کو اداسی کی شکایت ہوسکتی ہے جبکہ ہمارے مالک مہمان نوازی کے مجسمہ ہیں اور قلعہ میں ہر وقت عیش و طرب کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ دیکھنا مسٹر لیناکس کشتیوں میں سے ایک پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے ہیں یقیناً نہیں ۔۔۔ ان کے پاس مچھلی پکڑنے کی بنسی ہے اور تم دیکھو گے کہ وہ اس چھوٹی سی کھاڑی میں منجھدار جو گاؤں کے اس طرف واقع ہے گھنٹوں ماہی گیری کا شوق کرتے رہیں گے۔"

"بہت اچھے نیک دل اور شریف آدمی ہیں" میں نے کیمرن کی نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھکر کہا جہاں لیناکس ونیاچر کی دراز قد صورت مکان سے نکلکر کشتی خانہ کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔

"بیشک" کیمرن نے جواب دیا "اسی لئے مالک کو ان کی ذات پر فخر ہے اور ہم سب لوگ یہ سوچکر بہت خوش ہوتے ہیں کہ زمانہ آیندہ میں وہی ہمارے مالک کے جانشین ہوں گے کیوں جوزف تمہاری رائے میں ان کی اور مس امیلین کی جوڑی کیسی اچھی رہے گی؟"

"کیا ان دونوں میں نسبت قرار پا چکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً" کیمرن نے اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا گویا اسے حیرت تھی کہ لیچ متھگلن کے مختصر قیام میں کس لئے مجھے اس حقیقت سے اب تک آگاہی حاصل نہیں ہوئی "بچپن ہی سے ان کی پرورش اور تربیت اکٹھی ہوتی رہی ہے اور یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزین ہو چکا ہے کہ قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے۔ میرے خیال میں وہ وقت دور نہیں۔ جب ان کی شادی دھوم دھام سے ہوگی۔ مالک کو مس امیلین سے اتنی ہی محبت ہے۔ گویا وہ ان کی بیٹی ہو اور انہیں اس کی ذات پر فخر بھی ہے۔ کیونکہ خاندان دنیا چر کا پاک لہو اس کی رگوں میں بہتا ہے۔ غالباً تم کو معلوم ہوگا کہ وہ ہمارے مالک کے چھوٹے بھائی کی لڑکی ہے۔ جس کا شرق الہند میں انتقال ہوا تھا۔ سچ کہنا کیا ایسی خوبصورت مخلوق کبھی تمہارے دیکھنے میں آئی ہے؟"

"بہت کم" میں نے اس بے مبہم لفظوں میں جواب دیا کہ میری اپنی نظروں میں انیبل سے بڑھکر خوبصورت مخلوق اور کوئی نہ تھی۔

"نہیں بالکل نہیں" کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا "مگر جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ لیچ متھگلن میں ہر ایک چیز اعلیٰ ارفع اور خوبصورت ہے۔ مالک کو دیکھو ان کے پلہ کا کوئی دوسرا سردار ہائی لینڈ میں نہیں۔ ان کا قلعہ سب سے زیادہ خوشنما ہے اراضی سب سے بڑھکر زرخیز اور ریاست لامحدود ہے۔ پھر ان کا بیٹا کتنا شکیل و وجیہہ اور ان کی بھتیجی روئے زمین کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے آہ" اس نے اطمینان کی آہ بھرتے ہوئے کہا "لیچ متھگلن کے زیر سایہ رہنا بجائے خود فخر و عزت کا باعث ہے۔"

ہر چند میری نظروں میں کیمرن کا یہ اظہار مسرت بڑی حد تک مبالغہ آمیز

اور تعریف کی جائز حدود سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ تاہم میں چونکہ اس کے جذبات کو مجروح کرنا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اختلاف رائے کے طور پر کوئی لفظ نہ کہا۔ علاوہ بریں عین اس وقت میری نگاہ ایک اور واقعہ کی طرف گئی جس نے نادانستہ گفتگو کی رو پھیر دی۔ کیونکہ میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی کشتی دوسرے ساحل سے چلکر محل کے سامنے والے گھاٹ پر ٹھہری اور ایک شریف آدمی گھاٹ پر چڑھکر لیناکس دیناچر کے پاس پہنچا۔ چند منٹ ان دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ آدمی لیناکس کو سلام کرکے جس کا جواب آخرالذکر نے ایک ہلکے تکبر آمیز اشارہ کے ساتھ دیا تیز قدموں سے قلعہ کی طرف چلنے لگا۔ چونکہ اس موقعہ پر میں اور کیمرن صرف ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ اس لئے میں نے دیکھا کہ وہ آدمی جو کشتی سے اترا نہ صرف لیناکس کے برابر دراز قد بلکہ شکل وصورت کے اعتبار سے اتنا ہی شکیل تھا۔ گو فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے میں اس کے چہرہ کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔

"ابھی تم نے کہا تھا" میں نے کیمرن سے مخاطب ہوکر کہا "کہ آج مہمان آنے والے ہیں شاید یہ صاحب ان میں سے ایک ہیں۔"

"اوہ بالکل نہیں" کیمرن نے کسی قدر حقارت اور لاپروائی سے جواب دیا۔ "یہ تو مسٹر سٹوارٹ ہے جو چھوٹے صاحبزادوں کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ بات یہ ہے گذشتہ ایک دو سال سے ڈامنی چونکہ اس فرض سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ کام مسٹر سٹوارٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ وہ ہر روز گیارہ بجے کے قریب آتا ہے اور تین چار بجے رخصت ہو جاتا ہے۔ آدمی بیشک اچھا ہے اور اس سے مالک کا سلوک بھی عنایت آمیز ہے تاہم ... آخر وہ ایک معمولی استاد ہے۔"

میں نے کیمرن کے اس لہجہ کو جس میں اس نے مسٹر سٹوارٹ کا ذکر کیا تھا۔ ناپسند کیا۔ فی الحقیقت اس کے بارہ میں کیمرن کا انداز بڑی حد تک حقارت آمیز تھا۔ پس میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا "میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ کوئی بڑا ہوشیار آدمی ہوگا اور اگر واقعی ایسا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ لطیف ذہانت کے مقابلہ میں خاندان کی بلندی یا دولت وعظمت کوئی اہمیت

نہیں رکھتے۔علاوہ بریں میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے مالک ڈامنی کلیک مین سے ایک دوست اور مساوی حیثیت کے آدمی کی طرح سلوک کرتے ہیں . . !"

" آہ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈامنی کا تعلق کلیک مین آکنش کے نامی خاندان کلیک مین سے ہے"۔کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا اور مجھے اس کے منہ سے نکلے ہوئے اس لمبے اور عجیب وغریب لفظ کو سنکر جس کا تلفظ ادا کرنا ہی میرے لئے سخت مشکل تھا۔بے اختیار ہنسی آگئی۔مگر اس نے اپنی دھن میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "بیشک۔یہ صحیح ہے۔کہ کلیک مین آکنش کا خاندان کلیک مین اب کچھ عرصہ سے غریب ہو گیا ہے اور اس سلسلہ میں میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈامنی اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ فیاضی کا سلوک کرتا ہے تاہم اس خاندان کی رگوں میں قدیم اور خالص خون بہتا ہے اس لئے ڈامنی اور مسٹر سٹوارٹ کا کیا مقابلہ ؟ فی الحقیقت اگر کوئی پوچھے کہ ڈونا لڈ سٹوارٹ کون ہے ؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ ایک نہایت معمولی آدمی معمولی ڈونا لڈ سٹوارٹ کیونکہ علاقہ ہائی لینڈس کا کوئی پرانا خاندان ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنا شجرہ نسب ملا سکے "۔

"خیر یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ کس جگہ رہتا ہے"۔میں نے گفتگو کا پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

" رہتا ہے"! کیمرن نے انداز حقارت سے کہا" اوہ وہ اس گاؤں میں پڑ رہتا ہے"! کیمرن نے سمت مقابل میں جھیل کے ساحل پر نے ہرے متفکلن کے چھوٹے سے خوشنما گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں رہنے اور پڑ رہنے میں کوئی بڑا فرق نہیں"! میں نے مسکراتے ہوئے کہا" کیونکہ مفہوم دونو کا ایک ہے . . ."

"غلط بالکل غلط"! ڈامنی کلیک مین نے جو نا گاہ ہماری بچہری میں پیچھے سے چلتا قریب آگیا تھا اس موقعہ پر کہا اور اس کے بعد اپنی ہلاس کی ڈبیہ نکال کر حماقت آمیز

سنجیدگی کے آثار چہرہ پر لئے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہنے لگا۔" مجھے یاد ہے ایک دفعہ... شاید گلاسگو کا ذکر ہے... یا نہیں یہ ڈن ایڈن کا واقعہ ہے۔ میرے دوست سالٹ کوٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ گھاس منڈی میں ہیوگلیس بکیٹ کے مکان پر پڑا رہتا ہوں اس پر سالٹ کوسٹ کہنے لگا... لیکن یاد نہیں وہ کیا الفاظ تھے جو سالٹ کوسٹ نے کہے وہ میرے حافظہ سے اتر گئے ہیں پھر کسی وقت یاد کرکے بتلاؤنگا۔" اور یہ کہکر وہ اپنی بھدی لڑکھڑاتی چال سے جھیل کے کنارہ پر بچھی ہوئی ایک بنچ پر جاکر بیٹھ گیا اور عجیب طرح کی حماقت آمیز صورت بنائے اس بلی کی مانند جو کسی خاص چیز کی طرف نہ دیکھتا ہو سامنے کی طرف منہ اٹھائے خیالات کی الجھن میں پڑ گیا۔

" واقعی" کیمرن نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا" وہ بڑا مبارک دن ہوگا جب مسٹر لیناکس کی شادی مس امیلین سے ہوگی۔ کیونکہ ہر شخص کو مالک کے بڑے صاحبزادہ کی ذات پر فخر ہے اور ہر ایک آدمی ان کی بھتیجی سے دلی محبت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں تم خود ہی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ مگر اس میں خوبصورتی کے علاوہ نیک سیرتی کا وصف بھی موجود ہے چنانچہ اچھے موسم میں جب مطلع صاف ہو تو شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہوگا جب وہ کوئی نہ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام نہ کرتی ہو۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کوئی غریب آدمی بیمار ہے تو وہ ضرور اس کی جھونپڑی میں جاکر اس کو روپیہ سے مدد دیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی جو آسائشیں ممکن ہوں بہم پہنچانے سے دریغ نہیں کرتی۔ غریبوں سے اس کا سلوک بہت ہمدردانہ ہے اور اگر کبھی ان کاموں سے فرصت ہو تو پھر وہ دیہاتی مدرسہ میں جاکر چھوٹے بچوں کو نیک بننے اور ان کے فرض سمجھانے کی تلقین کرتی ہے۔"

" بیشک اس کی یہ خوبیاں قابل تعریف ہیں" میں نے دل ہی دل میں کیمرن کے اس بیان کو مقابلہ ان سابقہ تعریفی الفاظ سے کرتے ہوئے کہا جو اس نے اس کی خوبصورتی خاندانی بلندی اور خون کی پاکیزگی کے بارہ میں کہے تھے پھر اس کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ مسٹر لیناکس اور

مس ایمیلین کی ایک دوسرے سے بہت گہری محبت ہو گی۔"

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟" کیمرن نے کہا "کیا میں پہلے ہی بیان نہیں کر چکا کہ انکی بچپن سے اکٹھی پرورش ہوئی ہے۔"

"مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں اس طرح کی محبت ہو۔ جو مرد و عورت کے رشتہ کے لئے ضروری ہے۔" میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس قسم کی محبت ہو جیسی بھائی بہن یا دو دوستوں میں ہوتی ہے۔"

"لیکن نہیں" کیمرن نے لہجہ اصرار میں کہا "ان کی محبت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مالک تقریب شادی کے سلسلہ میں چند الفاظ مذاقیہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ تو اس وقت جس طرح مس ایمیلین چونکتی اور شرماتی ہے۔ اور جس طرح اس کی چہرہ کی رنگت پیلی پڑ جاتی ہے۔ وہ حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے"۔ اور اس کے بعد پُر یقین لہجہ میں تقریر جاری رکھتے ہوئے "نہیں" اس نے کہا "اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسٹر لینا کس کو جتنی محبت اس سے ہے اتنی ہی وہ بھی اس سے کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی جوڑی ایک دوسرے کے لئے بنی ہے۔ ان کی شادی نہایت مبارک شادی ہوگی۔ چنانچہ آج تک کسی نے اس کے برخلاف کوئی کلمہ اعتراض نہیں کہا"

میرے خیال میں ان حالات سے جو اس داستان کے سلسلہ میں پیشتر قلمبند ہو چکے ہیں۔ ناظرین اس حقیقت کو پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ملینڈی خاندان کا جو تکبر والئے رچ منتھکلس میں پایا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کے خادم خاص کیمرن کے دل میں رعب و تعریف کا مشترکہ احساس موجود تھا اور ایک اس پر کیا موقوف ہے۔ گھر کے سبھی نوکر اور ان نوکروں کے علاوہ جاگیر کے سارے مزارعین حتیٰ کہ گرد و نواح کے دیہات اور بستیوں کے لوگ بھی یہی خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ رچ منتھکلس کی ریاست کا کوئی ادنے سے ادنے مزدور بھی اس احساس تکبر سے خالی نہ تھا۔ بظاہر یہ احساس بے ضرر تھا تاہم میں یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ محض اس تکبر ہی کا نتیجہ تھا کہ لیک

فرد خاص کو نہایت اونچے درجہ پر سمجھ کر اس کے متعلقین بت کی مانند اس کی پرستش کرتے تھے مگر اس کے مقابلہ میں بعض فائدوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً یہ کہ والئے ارچ متھگلن اپنے آپ کو ساری رعیت کا آقا اور ولی نعمت سمجھ کر جہاں تک اس کے بس میں تھا ان کی حالت کو بروئے اصلاح لانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور ان اصلاحات سے ریاست میں خوشحالی پیدا ہوتی تھی۔ اس جگہ میں والئے ارچ متھگلن کے حق میں انصافاً یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ ایک مالک اراضی کی حیثیت میں اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو اس کے نام نیک پر حرف لانے والا ہو اور گو سکاٹ لینڈ کے اراضی داروں میں یہ عیب عموماً پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی بھیڑوں کے گلوں کے لئے مزید رستے تیار کرنے کی غرض سے لاتعداد زرخیز زمینیں ویران و تباہ کر دیں۔ تاہم اس طرح کا نقص والئے ارچ متھگلن کی ذات میں بالکل موجود نہ تھا۔ یعنی اس نے کبھی کوئی ایسا فعل نہ کیا تھا جو اس کو بدنام کرنے والا ہو۔

کئی دن گزر گئے لندن سے میرے نام بنیا کا بل آیا جس کے ساتھ ایک چٹھی بھی تھی جس میں میرے اخراجات کا بل شامل تھا۔ چونکہ بل کی رقم معمولی تھی اس لئے شراب خانہ کراس کیز کے مالک نے مجھ پر بھروسہ کر کے بل بھیج دیا اور ادا کرنے میں تامل نہ کیا تھا لیکن اب مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس بل کی رقم ادا کیونکر کی جائے؟ میں نے اس بارے میں کیمرن سے مشورہ لیا اور اس سے بل کی رقم ادا کئے بغیر چلے آنے کے متعلق کچھ پوچھا۔ اس نے مجھ کو بتایا کہ تم بے فکر رہو متھگلن میں چل کر اپنا بیاہ کار سے ... خرچ ... کا ... ادا ... کی بعض ... سے ... کی ادائیگی ممکن ہوگی۔ اس کی نصیحت پر عمل کر کے میں نے کشتی پر سوار ہو کے جھیل کو عبور کیا اور پہلی مرتبہ متھگلن کے چھوٹے سے خوش نما گاؤں میں پہنچا۔ یہی جگہ پچاس ... گھر آباد تھے مگر سب کے سب نہایت صاف ستھرے اور آراستہ تھے جن کے مقابلہ میں کیمرن ڈیل کی برباد شدہ بستیاں حسرت ناک ویرانہ کا منظر پیش کرتی تھیں۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغ تھے دیوار پر سفیدی پھری ہوئی تھی ... سب خوشحال تھے ... ایک گرجا تھا جس کی چوٹی پر خشک ... کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ یہ اس گاؤں کی سب سے پرانی عمارت تھی۔ گرجا سے ملحق

ایک دوسرا شخص جس کی انگریز خانساماں کی تھی یا پادری صاحب جیسے بننے کا ارمان کسی حد تک [illegible] کا مکان نئی
جہانگیری نے دیا تھا۔ اس کے صحن میں کھڑے ہو کر [illegible] ایک ہی جگہ نظر آتی تھی [illegible] گاؤں
سے تھوڑے فاصلہ پر اس نے اپنا مکان بنایا تھا جس کی [illegible] بہت دور ایک
پرفضا باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ گاؤں سے نکل کر [illegible] یہ شخص
نیک دل اور خوش طبیعت تھا اور وہ ابھی کام سے [illegible] جس نے بیان کیا [illegible] وہ مر گیا۔ ادھر
سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا جہلم کے ساحل پر پہنچا جہاں ایک کشتی پر
سوار ہو کر محل کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں [illegible] کا عمل ہو گیا [illegible] گھاٹ کے پاس
پہنچ کر میں نے دیکھا کہ [illegible] بچوں کی [illegible] سے [illegible] ہیں
اس جگہ میں [illegible] خیال کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ [illegible] کی جسمی حیثیت
جس کے بارہ میں بہت کچھ [illegible] لیکن [illegible]
کام [illegible] نہیں [illegible]
میں نے پیشتر بیان کیا تھا [illegible] کی طرح [illegible] کم و بیش
[illegible]
اپنے چہرہ کی طرح [illegible]
[illegible] آنکھیں [illegible]
[illegible] میں
نظر آتی تھی۔ جو اوقات بعید میں [illegible] سے میں
[illegible] پہلی مرتبہ دیکھا [illegible] گویا بالطبع فیاض
اور بلند [illegible] اس کے جی کو [illegible]
[illegible] ہے
پیش آتا تھا۔ ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ گو مسٹر دنیا چند کی طرف سے کسی بھی [illegible] کا اظہار [illegible]

ہو تاہم مسٹر سٹوارٹ کے لئے یہ محسوس کرنا قدرتی تھا کہ اس کو ایک ادنےٰ آدمی تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے گلاسگو یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اور چونکہ نہ اس کے پاس دولت تھی اور نہ ایسے دوست جو اس کے مددگار ثابت ہو سکتے۔ اس لئے مجبوراً اس کو ہائی لینڈس کے سب سے مفرور سرداروں کے گھر میں تعلیم دینے کا ذلت بخش اور بے منت فرض ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

غرض اس طرح کا آدمی مسٹر سٹوارٹ تھا جس سے اس روز شام کے تین اور چار بجے کے درمیان اس وقت میری ملاقات ہوئی۔ جب وہ لڑکوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف واپس جانے کے لئے جھیل سے گذر کر ساحل کے پاس اتر رہا تھا۔ میں نے یہ بات غور کر کے دیکھی تھی کہ لوچ منتھگلن کے نوکر کبھی اس کو سلام نہ کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں کم و بیش اس کی وہی حیثیت تھی۔ جو خود ان کی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ، وہ شاید اسے اپنے مقابلہ میں اس لحاظ سے حقیر تصور کرتے تھے۔ کہ وہ تو لوچ منتھگلن کے عالیشان محل کی چار دیواری میں رہتے تھے۔ اور یہ بیچارہ کیمرن کے لفظوں میں منتھگلن کے گاؤں میں پڑ رہتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا دل کبھی اس طرح کے خیالات سے متاثر نہ ہوتا تھا اس لئے میری عادت تھی۔ کہ جب کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا۔ تو ضرور اس کو سلام کر چھوڑا کرتا۔ کیونکہ میری نظروں میں ذہانت اور طبعی شرافت وہ ایسی چیزیں تھیں جنہیں رہنے اور پڑ رہنے کی ادنےٰ پابندیوں سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اب بھی جس وقت میں نے اسے کشتی سے اترتے دیکھا۔ تو حسب معمول سلام کیا اس پر وہ چلتا چلتا ٹھہر گیا اور اپنے خوشنما ہونٹوں پر آثار تبسم پیدا کر کے جس سے اس کے چمکیلے دانت واضح اور صاف دکھائی دیئے۔ عنایت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

"میں نے سنا تھا تم انگلستان سے نوکری کرنے آئے ہو۔ کیا یہ ملک تم کو پسند ہے؟"

"جی ہاں مجھے اس بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ "اس جگہ کا نظارہ پہلے ہی بے حد دلکش ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ موسم گرما کے آغاز پر وہ اور بھی دل فریب ہو جائے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اچھے نظاروں کا شوق ہے۔" اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس کی نگاہ رفتہ رفتہ جزیرہ نما کے اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی ان کوہستانی بلندیوں کی طرف گئی۔ جو محل کی پشت پر جھیل کے اس پار نظر آتی تھیں

"جی ہاں بیشک۔ میں نظارہ قدرت کی دلفریبیوں کا دلدادہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "بہر حال اس دربا منظر کو دیکھنے سے پہلے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس سنگلاخ زمین میں بھی ایسی دلچسپیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس والٹر سکاٹ کی نظمیں پڑھکر یہ خیال میرے جی میں بیٹھ چکا تھا۔ کہ اس ملک کے سبھی حصے ویران و ناہموار ہیں"۔

"آہ" ڈونالڈ سٹوارٹ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے سکاٹ کی نظمیں پڑھی ہیں؟"

"جی ہاں۔ پورے طور پر" میں نے جواب دیا "حتی کہ ان کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مجھکو یاد ہے۔ چنانچہ مارمین کی نظم میں معرکہ فلاڈن کی جو کیفیت شاعر نے بیان کی ہے۔ اسکی پرشکوہ اور ولولہ انگیز تفصیل از بر مجھکو یاد ہے اور میرا ارادہ کسی دن اس میدان کو دیکھنے کے لئے جانے کا ہے۔"

"مگر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔" مسٹر سٹوارٹ نے جسکی دلچسپی اب رفتہ رفتہ دوستی میں بدلنے لگی تھی۔ مجھ سے کہا "اور اگر ایسا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس لئے تم نے ...؟" وہ کہتا کہتا رک گیا کیونکہ اس نے سوچا یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے شاید میرے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کس لئے میں نے اس طرح کی ادنیٰ ملازمت اختیار کی؟ مگر مجھے قسمت کی نامہربانی کا شکوہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں اپنی محنت کی روزی خود کما کر کھاتا ہوں۔"

"سچ ہے" مسٹر سٹوارٹ نے پرخیال انداز سے کہا "اور میں تمہارے ان خیالات کی

قدر کرتا ہوں جس کے بعد وہ اپنے لب کو حرکت دیکر مسکراتا ہوا گاؤں کی طرف چلا گیا۔

ایک عجیب طرح کی اداسی اس کے تبسم میں پائی جاتی تھی اور کسی وجہ نامعلوم سے مجھے اس کی ذات سے غیر معمولی دلچسپی ہو گئی۔ فی الحقیقت جب سے میں نے اس کا نام اور کلام سنا تھا یعنی اس سے بہت پہلے کہ مجھے اس کے صاف اور اپنا نما چہرہ کو پوری طرح دیکھنے کا اتفاق ہوا میں اس سے ایک بے نام سی ہمدردی کرنے لگا تھا کو اگر تھگلن کے گھر میں رہتے ہوئے ہر شخص اس سے کم و بیش نفرت کا سلوک کرتا تھا اور اس نفرت کی صحیح وجہ کیا تھی؟ یہ نہیں کہ وہ غریب تھا اور اسے اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس کا تعلق کسی قدیم اور اچھے خاندان سے نہ تھا یعنی وہ کوئی ایسا شجرہ نسب پیش نہ کر سکتا تھا جس کی الجھنوں کو صاف کرنے کے لئے کسی نامی محقق کی ضرورت ہو۔ محض اس بے حقیقت وجہ سے بڑے خاندان والے یہ تو ٹھیک ہے [illegible] کی صحبت کے نالائق سمجھا جاتا تھا اور گھر کے سب لوگ اس کی عزت کم [illegible] یا تو مکیک بیتی آکسن کے نامی خاندان کا ایک ممبر [illegible] لیکن مقابلہ [illegible] خوش اطوار [illegible] کہ محض اس لئے حقیر تصور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اندر خاندانی بزرگی کا کوئی نشان ثابت نہ کر سکتا تھا۔ سرزمین سکاٹ لینڈ میں جیتے [illegible] باشندوں کے [illegible] کو یہاں [illegible] پسند کیا صرف ایک [illegible] خاندانی ممبر موجود تھا اور [illegible] کے سلسلہ میں [illegible] یا پھانسی کا نام [illegible] ... [illegible]

تا مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہئے۔ لیکن ایک وقت [illegible] مکان کی طرف جاتے [illegible] یاد آیا کہ [illegible] تھگلن کی طرف جاتے ہوئے میں دوکان کا ارادہ کیا تھا [illegible] تھگلن کے باہر [illegible] اور دو [illegible] چیزیں خریدنی [illegible] کام کر کے واپس آگیا اور چیزیں خریدنا یاد نہ رہا اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ [illegible] میری موجودگی کی ضرورت شام کے [illegible] جب مجھے [illegible] کو [illegible] کے [illegible] تھا اور

چونکہ ابھی چار کا عمل ہوا تھا اس لیے مجھے دو گھنٹے کی فرصت حاصل تھی پس میں پھر ایکبار گاؤں کی طرف اٹھا تا مدرسہ کے پاس ایک چھوٹی سی دکان تھی جہاں سامان خریدنے کی غرض سے جس کی طرف بڑھا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ مس ایلین مدرسہ کے پھاٹک سے باہر آ رہی ہے کیمبرن کی زبانی مجھے یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ مختلف اوقات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مدرسہ جایا کرتی ہے پس میں یقیناً اس واقعہ کو سرسری نظر سے نظر انداز کر دیتا اگر عین اس وقت مجھے ایک مرد کی صورت تھوڑے فاصلہ پر نمودار کے موڑ کے پاس دفعۃً نظر آ کے غائب ہوتی دکھائی نہ دیتی اس کی ایک بار جھلک نظر آنا اور پھر غائب ہو جانا اتنا فوری اور تیز تھا کہ اگر میں اس آدمی سے واقف بھی ہوتا تو شاید اس کی صورت نہ پہچان سکتا لیکن یہ ایک واقعہ ایسا تھا جس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس صورت کے نمودار ہونے اور چھپنے کے ساتھ ہی مس ایلین نے ایک تیز گھومتی ہوئی نظر اس آدمی کی طرح چاروں طرف ڈالی جو کسی مصلحت سے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا ہو اور یہ دوسرے لفظوں میں اس سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی طرف دیکھ تو نہیں رہا ہے تا اس کے بعد وہ بھی اسی موڑ کی طرف چلی گئی۔ چونکہ میں جس مقام پر کھڑا تھا اس جگہ دوکان کے دروازہ کے باہر برآمدہ کے طور پر لکڑی کی جالی لگی ہوئی تھی اور اس پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اس لئے وہ میری موجودگی سے واقف نہ ہو سکی بہر حال میں نے اس چوبی برآمدہ میں کھڑے ہو کر اس کو اور اس سے پہلے اس مرد نامعلوم کو گلی کے موڑ کی طرف جاتے دیکھ لیا۔ بغیر کچھ مجھے خریدنا تھا خرید کر میں پھر ایک بار تھیل کے گھنٹہ کی غرض سے گھر کے رستے میں میں اس واقعہ کے مختلف پہلوؤں کو سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ خیال آیا تھا کہ یہ آدمی ہر ایک دنیا چر ہی تھا اور وہ اپنی چچا زاد بہن کو مدرسہ سے باہر آتا دیکھ کر محض اتفاق و شرارت کی غرض سے گلی کے موڑ پر چھپ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر یہ صحیح تھا تو مس ایلین کو مضطربانہ چاروں طرف دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ بہر حال میں نے یہ کہکر اپنے جی کو سمجھا یا کہ ممکن ہے

دوشیزگی کی شرم سے گاؤں والوں کی نظروں سے پوشیدہ اپنے عاشق سے ملنا چاہتی ہو مگر ان سارے خیالات کے باوجود میں جب کشتی پر سوار ہونے لگا تو ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے جی کو لگی ہوئی تھی یعنی دل کسی پہلو سے سنبھالے نہ سنبھلتا تھا اور گو میرے شبہات معزور دالے پچ سمتھگلن کی حسین بھتیجی کی عزت و حرمت پر حرف لانے والے نہ تھے۔ تو بھی ایک دھندلا سا خیال مبہم اور غیر واضح جس کی نوعیت کو میں بالکل نہ سمجھ سکتا تھا۔ خانہ دل میں پیدا ہو چکا تھا۔

سامنے والے گھاٹ پر پہنچکر میں جس وقت خشکی پر اترا تو کشتی خانہ کا محافظ اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا وہ مجھے دیکھکر کہنے لگا "کیسی دلکش سہانی شام ہے"

"واقعی" میں نے خوش ہو کر جواب دیا "بہار اپنے جوبن کو خوشنما رنگوں سے آراستہ کرنے لگی ہے"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈاہنی کلیک مین نے جو کشتی خانہ کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھا تھا دفعتاً گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "مجھے یاد ہے انہی لفظوں سے میں نے بیوہ گلن بکٹ کو اس وقت مخاطب کیا تھا جب اس نے لیرڈ آف ٹن ٹوس کویش ڈیل کے میرے ہاں شریک دعوت ہونے پر نئی پوشاک پہنی تھی اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا.. مگر وہ کیا الفاظ تھے جو اس نے مجھ سے کہے تھے... فی الحال مجھ کو یاد نہیں.. میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا"

اور یہ کہکر لائق ڈاہنی نے گھاس کی ایک بڑی سی چٹکی اپنے نتھنوں میں ٹھونس لی اور چہرہ پر حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار پیدا کر کے داستان کے اس حصہ کو سوچنے لگا جو اس کے ذہن سے اتر چکا تھا۔

## ساتویں جلد ختم ہوئی

### دور اول ختم ہوا

# عالم ہمہ افسانہ ما دارد ما ہیچ

جناب مسٹر محمد احسن حیدرآباد دکن ۔ گردش آفاق کے انتظار میں چشم براہ ہوں ۔ بے حد دلچسپ کتاب ہے

جناب پرنس بلند جاہ مرزا محمد عسکری کلکتہ :۔ یہ جو نیا ناول گردش آفاق آپ نے بھیجا ہے میں نے کل اس کو تھوڑا سا پڑھا واقعی خوب لکھا ہے اس عمدہ طور سے مضمون ادا کیا ہے کہ دل بے چین ہو گیا ۔ آنسو نکل آئے ۔ منشی صاحب کی کون تعریف کر سکتا ہے اس وقت ان کے ترجمے میں خدا نے وہ بات عطا کی ہے کہ کسی کو ان کے مقابلہ میں مثال کے طور پر بھی پیش نہیں کیا جا سکتا ۔

جناب غفور احمد صاحب حیدرآباد دکن ۔ گردش آفاق کا سلسلہ اس قدر دلچسپ اور پرلطف ہے کہ ایک جلد کے بعد دوسری کا انتظار کرنا نہایت دشوار ہے ۔ گردش آفاق کی کس قدر جلدیں ہیں ۔ اگر سب اور سب نہیں تو جسقدر آپ کے یہاں چھپی ہوئی موجود ہوں ایک ساتھ روانہ کر دی جائیں تو میری ممنونیت کا باعث ہوگا ۔

جناب محمد نجیب الدین خان صاحب حیدرآباد (دکن) ترجمہ جوزف ولمٹ دیکھکر بے حد مسرت ہوئی ۔ میں نے اس سے قبل ہی جناب کو اس کے ترجمہ کی طرف توجہ دلائی تھی الحمد للہ کہ آج وہی ترجمہ جس کی مدت سے تلاش تھی پیش نظر ہے ۔ وہ کون ہے جو رینالڈس کے ناولوں کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتا ۔ جس قدر ناولوں کے تراجم جناب نے کئے ہیں سب چوٹی کے ناول ہیں ۔ ناول کا انتخاب اور جناب کا ترجمہ کیا کہنے اگر سچ پوچھا جائے تو جناب نے اردو دان پبلک پر بے حد احسان کیا ہے ۔ خصوصاً میں تو جناب کا بے حد احسان مند ہوں میرے یہ الفاظ خوشامدانہ نہیں بلکہ سچے دل سے نکلے ہوئے ہیں کہ اردو زبان جو مر رہی تھی اس کو جناب نے اپنی توجہ اور محنت کے آبحیات سے زندہ کیا ہے ۔

جناب ... از تھانہ چیردلی ضلع میرٹھ ۔ تین حصے ناول گردش آفاق کے آ چکے ہیں ۔

دراصل یہ ناول ہے جس سے مصنف اور مترجم کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جن اصحاب نے رینالڈس کی تصانیف کے ترجمہ کی طرف جناب کو توجہ دلائی ہے میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن جناب اس قدر اختصار اور کنجوسی سے کام لے رہے ہیں کہ چند اوراق کے حصے ارسال فرماتے ہیں۔ براہ مہربانی بقیہ حصے جلد روانہ فرمائیں تاکہ انتظار دور ہو۔

جناب شیخ محمد سعید صاحب قیصر دہلی: منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے ترجمے کئے ہوئے کئی ناول میں نے پڑھے ہیں۔ اور اب ان کے ایک اور ناول کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے بلکہ یقین ہے کہ ان سے بہتر آج تک کسی مترجم کی کتابیں میری نظر سے نہیں گذریں۔ ادبی دنیا میں واحد مصنف مانے جا چکے ہیں لیکن منشی تیرتھ رام صاحب کو اگر بہترین مترجم نہ کہا جائے تو سراسر ناانصافی میں داخل ہوگا۔ آپ کے ترجمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ الفاظ پاکیزہ اور زبان بے حد سلیس ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اپنے ترجمہ کئے ہوئے ناولوں کو خود اپنی تصانیف ظاہر کریں تو ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ایک کتاب کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی ترجمہ اور تصنیف میں فرق پیدا کر سکے۔ وہ بلا سوچے سمجھے یہی کہہ دیگا کہ یہ کتاب منشی صاحب کی خود اپنی ہی تصنیف کردہ ہے۔

جناب پیارا لال صاحب نوشقہ نولس شہر پشاور: تحت القطع کے بعد بے حد شیدائی کے ساتھ ٹوپی کھول کر سب سے پہلے ناول مقدس بیوہ پڑھا اور ابھی ختم کر کے اٹھا ہوں۔ یہ ناول تو میری سمجھ سے بھی بڑھ چڑھ کر نکلا۔ شرلاک ہومز کی قسم سے جیسے پیارا لکھتا ہے پرانا منشی صاحب اور تیرتھ رام کی عمر دراز کرے کہ ان کے ہاتھوں ایسے نایاب گوہر تاریکی سے روشنی میں آ رہے ہیں۔ جو ظلمات و نشیب کے اندھیرے گردش آفاق کا شکار ہو کر آج تک اس کا ہی حق استعمال تھا۔ بار بار شدہ محمد اکرم کے اس کی شکل دیکھنی بھی نصیب ہوئی۔ تیرتھ رام اس سلسلہ کے متعلق خود تبدیل دل میں عزم کر لیں کہ ہمیشہ ہی اچھا ہو کر منشی صاحب تاریک سلسلہ کے مصنف کا کوئی اور ناول ترجمہ کریں۔

جناب فضل الٰہی صاحب رفیق ... میں آپ کے اس سلسلہ ناول کو بہت پسند کرتا ہوں۔ خاص کر منشی تیرتھ رام صاحب کے ترجمہ کو۔ اسی لئے سالہا سال سے ہی آپ کے اس سلسلہ کا خریدار ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اپنے دوستوں کو بھی آپ کے ناولوں کی خریداری کی ترغیب دیا اور آپ کے لئے خریدار پیدا کرتا رہا ہوں۔

جناب محمد نجیب اللہ خان صاحب، ریاست بھوپال۔ آپ کے ترجمہ کردہ سبھی ناولوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور لطف زندگی آئندہ بھی اس کی امید ہے۔ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جب سے ان ناولوں کو دیکھا۔ دنیا کے تمام ناول میری نظروں میں ہیچ ہو گئے۔ فن ترجمہ کے آپ بادشاہ ہیں۔ حیران ہوں کہ کس ناول کو کس پر ترجیح دوں۔ میں ان کی عام مقبولیت کے لئے جناب کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب اقبال احمد علوی مقام کرار (الٰہ آباد) آجکل کاروبار میں کمی ہونے کی وجہ سے روپیہ کی قلت ہو گئی ہے۔ اس لئے آپ کا سلسلہ بند کرنا پڑا۔ اردو میں سے اگر اردو ناولوں میں کسی کو پسند کیا تو وہ آپ ہی کے تراجم تھے۔ خاص کر میری مرحومہ شریک زندگی کو جن کا انتقال گذشتہ ستمبر میں ہو گیا یہ سلسلہ بہت پسند تھا۔ اگر میں بند کرنے والا بھی ہوتا تو شاید میں ان کی خاطر بند نہ کرتا۔ اب بھی امید ہے کہ جس وقت میں اس قابل ہوا فوراً جناب سے جاری کرنے کی درخواست کروں گا۔

جناب سید عابد شاہ صاحب تحصیلدار بلوچستان۔ منشی تیرتھ رام صاحب افسانہ گوئی کے میدان میں گوئے سبقت لے گئے ہیں۔

جناب سید حیدر صاحب بلگرامی جلیل آباد۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میری عرصہ کی خواہش پوری ہو گئی یعنی رینالڈس کے ناولوں کا ترجمہ کا انتظام آپ نے پھر سے شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی پارسل چھڑا لیا ہے۔

# بہترین مشرقی تراجم اور تصانیف

## مہاکوی کالیداس

| نام کتاب | اصلی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| پیک ابر | میگھ ودت | پنڈت پرتھودیال مصر عاشق لکھنوی | ۳۸ | ۸ر |
| اکسیر سخن | رتو سنگھار | منشی پیارے لال شاکر میرٹھی | ۴۸ | ۸ر |
| وکرم اُروسی | وکرم اُروسی | مولوی عزیز مرزا بی اے | ... | ۱ع |
| شکنتلا | شکنتلا | بابو ایشور چند | ۱۶۸ | ۸ر |

## کلھن پنڈت

| نام کتاب | اصلی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| قدیم تاریخ کشمیر | راج ترنگنی | ٹھاکر اچھر چند اور منشی تیرتھ رام فیروز پوری | ۱۹۱۹ | ہے ر |

## شاعر رابندر ناتھ ٹیگور

| نام کتاب | اصلی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| ترچھی چتون | چوکھیر دالی | منشی گوری شنکر لال اختر | ۲۴۲ | عہ ر |
| نوکا ڈوبی | نوکا ڈوبی | " | ... | طہ ر |
| آہ مظلوم | راج رشی | بابو ایشور چند | ... | ۱۲ر |
| گیتانجلی | گیتانجلی | مولوی نیاز محمد خاں فتحپوری | ... | ملا |
| نیا چاند | کریسنٹ مون | منشی عبدالمجید سالک بی اے | ... | ۸ر |
| کانٹوں کا تاج | مکٹ | بابو ایشور چند | ... | ہم ر |
| مقصود ہستی | ... | مسٹر جے۔ آر۔ رلئے | ۱۶۴ | ۱۲ر |
| انارکلی بیگم | ... | قاضی احمد میاں اختر | ۲۴ | ۳ر |
| آشیاں برباد | ... | منشی گوری شنکر لال اختر | ... | ۸ر |
| چترا | ... | منشی عبدالمجید سالک بی اے | ... | ۱۲ر |

نام سے طلب فرمائیے

## مولوی عبدالحلیم صاحب شررؔ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| جنید بغدادی | عہ | ابوبکر شبلی | عہ | خواجہ معین الدین | ۶ر |
| عزیزہ مصر | ۲؍ | حروب صلیبیہ | ۶ | قرۃ العین | ۲ر |
| ملکہ زنوبیہ | ۳ر | سکینہ بنت حسین | ۶ر | درگیش نندنی | عہ |
| حسن بن صباح | ۶ر | دلچسپ | عہ | حسن انجلینا | عہ |
| قیس ولبنیٰ | ۸؍ | افسانہ قیس | ۳ر | مقدس نازنین | ۸؍ |
| میوہ تلخ | ۴ر | شہید وفا | ۵ر | دلکش | عہ |
| شوقین ملکہ | ۸ر | ملک العزیز ورجنا | ۲؍ | رومتہ الکبریٰ | ۸؍ |
| فلورا فلورنڈا | ۸؍ | زمانہ اور اسلام | ۴ر | فردوس بریں | عہ |
| آغا صادق کی شادی | ۱۰ر | بدرالنسا کی مصیبت | ۳ر | حسن کا ڈاکو | ۸؍ |
| دربار حرام پور کے اسرار | ۱۰ر | خوفناک محبت | ۲؍ | الفانسو | ۱۲ر |
| فلتج مفتوح | ۸ر | جویائے حق | للعہ | بابک خرمی | ۸؍ |
| تذکرہ مشاہیر عالم | ۸؍ | محذبات | ۸؍ | ایام عرب | ۸؍ |
| فتح اندلس | ۶ | ماہ ملک | ۶ | فلپانا | ۸؍ |
| زوال بغداد | ۲؍ | لعبت چین | عہ | نیکی کا پھل | عہ |
| طاہرہ | ۲؍ | یوسف و نجمہ | ۸؍ | گذشتہ لکھنؤ | ۲؍ |
| شاعرانہ مضامین | صہ | آغاز ختم رسل | ۲؍ | سیر رجال | ۸؍ |
| تاریخی مضامین | ۲؍ | مینا بازار | عہ | ادب و تحقیق | ۸؍ |
| سیر نسواں | ۱؍ | منصور موہنا | عہ | اصلاح قوم | عہ |

## حکیم محمد علی خاں مرحوم

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| رابعہ بیاری | صہ | عبرت | ۸؍ | حسن سردر | للعہ | اختر وحسینہ | ۸؍ |
| ریول دیوی | ۹؍ | جعفر وعباسہ | ۲؍ | نیل کا سانپ | ۸؍ | گورا | ۲؍ |

ہم سے طلب کرو

## راۓ بہادر بنکم چندر چٹرجی

| نام کتاب | اصلی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| راج سنگھ | راج سنگھ | مہاشہ سدرشن | ۲۱۶ | عہ |
| کپال کنڈلا | کپال کنڈلا | منشی گوری شنکر لال اختر | [illegible] | ۱۲ ار |
| زہریلا اکھیات | سیتا رام | مہاشہ سدرشن | ۲۰۵ | عہ |
| آنند مٹھ | آنند مٹھ | مہتہ آنند کشور صاحب | ۲۱۴ | ۹ عہ |
| مار آستین | بش ورکش | منشی جوالا پرشاد برق بی اے | [illegible] | ۱۲ ار |
| بنگالی دلہن | دیوی چودھرانی | | ۲۰۷ | ۱۲ ار |
| پرتاپ | چندر شیکھر | | ۲۰۸ | عہ |
| رودھنی | رودھنی | | ۱۸۳ | ۸ ر |
| سندر اندرا | اندرا | منشی شیو برت لال ورمن | [illegible] | ۱۲ ار |
| درگیش نندنی | درگیش نندنی | مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی | ۱۰۵ | عہ |
| رادھا رانی | رادھا رانی | منشی احمد علی کامل | ۸۸ | ۴ ر |
| قدرت کے کھیل | رجنی | مہاشہ سدرشن | ۱۱۳ | ۱۲ ار |
| مرنالنی | مرنالنی | منشی جوالا پرشاد برق بی اے | ۱۹۷ | ۱۲ ار |
| سندر چوری | جوگلانگری | منشی شیو برت لال ورمن | ۸۰ | ۶ ر |

## بابو رومیش چندر دت سی آئی ای

| نام کتاب | اصلی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| فاتح بنگال | بنگ وجیتا | لالہ سندر داس بی اے ایل | ... | عہ |
| صبح زندگی | جیون پربھات | منشی بودھ راج ورما | ۱۳۶ | ۱۰ ر |
| راجپوت جیون سندھیا | جیون سندھیا | سردار رلبیر سنگھ | ۱۲۸ | ۱۲ ار |
| تاج عصمت | [illegible] | بابو ایشور چند | ۲۲۹ | ۹ عہ |

## پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار

فسانۂ آزاد [illegible] — سیر کہسار [illegible] — بچھڑی دلہن [illegible]

کرم دہم [illegible] — پی کہاں [illegible] ۶؍ — ہشو ۶؍ — کامنی [illegible]

خدائی فوجدار [illegible] — جام سرشار ۱؍ — الف لیلی [illegible]

## منشی سجاد حسین صاحب مرحوم

احمق الذین ۱؍ — حاجی بغلول [illegible] — [illegible] دنیا ۱۰؍ — دھوکا یا طلسمی فانوس ۱؍

طرحدار لونڈی [illegible] — میٹھی چھری [illegible] — کایا پلٹ [illegible] — نوابی دربار [illegible]

## منشی جوالا پرشاد برق بی اے

مرنالنی [illegible] ۱۲؍ — [illegible] ۱۲؍ — بنگالی دلہن ۱۲؍

معشوقۂ فرنگ [illegible] ۱۲؍ — [illegible] — ردھنی [illegible] ۸؍

## منشی نرائن پرشاد بیتاب دہلوی

حسن فرنگ ۱۲؍ — دہم کا پتلا [illegible] — پتنی پرتاپ ۱۰؍

کرشن سداماں [illegible] — [illegible] — مہابھارت ۱۰؍

شنکھ کی شرارت ۵؍ — [illegible] ۵؍ — قتل نظیر ۵؍

## آغا حشر کاشمیری

سور داس ۱۲؍ — سفید خون ۸؍ — خوبصورت بلا ۸؍

یہودی کی لڑکی ۱۲؍ — خواب ہستی ۸؍ — بن دیوی ۱۰؍

[illegible] — صید ہوس [illegible] — اسیر حرص [illegible]

شکریۂ یورپ (نظم) ۳؍ — موج زمزم (نظم) ۱۰؍

## منشی بنایک پرشاد طالب بنارسی

لیل و نہار ۵؍ — [illegible] ۵؍ — رام لیلا ۱۲؍ — گوپی چند ۶؍

## منشی پریم چند بی اے

### مکمل ناول

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| چوگان ہستی | ے | بازارِ حسن | ے | گوشۂ عافیت | صہ |
| نرملا | ۱۲ر | سوز وطن | ۱۲ار | رام چرچا | ۱۲ر |

### مختصر افسانے

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| پریم پچیسی | ے ر | پریم بتیسی | ے ۱۲ار | پریم چالیسی | صہ |
| خواب و خیال | ۱۲ر | فردوسِ خیال | ۱۲ر | خاک پروانہ | عہ |

### مہاشہ سدرشن

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| چشم و چراغ | ۱۲ر | نئے گال تیسی | ے ۱۲ار | صبح وطن | عہ |
| چندن | ۱۲ر | قوس قزح | ۱۲ار | سدابہار کے پھول | ۱۲ار |
| بہارستان | ۱۲ار | قدرت کے کھیل | ۱۲ار | زہریلا آب حیات | عہ |
| راج سنگھ | عہ | عورت کی محبت | عہ | من کی موج | ۱۲ار |
| آنریری مجسٹریٹ | ۸ر | پارس | ۱۰ار | طائر خیال | ۱۲ر |
| کنج عافیت | ۶ر | | | | |
| بیگناہ مجرم | عہ | چٹکیاں | ۲ر | وحے سنگھ | عہ |
| گلدستہ سخن | ۱۲ر | محبت کا انتقام | عہ | ترانہ قوم | ۱۲ر |

### مولوی خلیل الرحمٰن

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اخبار الاندلس | ۲۰/ | مولدین | ۸ر | خلافت راشدہ | ۹ر |
| عذرا | ۶/ | خون ناحق | ۱۰ار | طلسمات | ۸ر |

### مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۱۲ر لال کتھور ۱۲ر چوروں کا کلب ۹ر بہرام کی گرفتاری عہ

### منشی شمیم الدین بلہوری

باپ کا قاتل ۱۲ر ...... ابتدائے آرزو ۹ر

ہم سے طلب فرمائیے

# قواعد خریداری

۵- (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار، پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں، تو تمام رعایتی قیمت پر دوبارہ مہیا کر دیئے جائیں لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو بغیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے

۶- کچھ اصحاب آغاز ماہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا سخت مشکل ہے اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسی کے خط مہینہ کی ۲۰- تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷- ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے مگر اس کمی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے

۸- قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی تیرتھ رام صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ مانے جا سکتے ہیں لیکن یہ دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا

۹- ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

# جارج ڈبلیو ایم رینالڈس کے ناول

ذیل میں رینالڈس کے ان ناولوں کی فہرست دی جاتی ہے جو کہ اب تک ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور طلب کئے جا سکتے ہیں

| کتاب کا نام | انگریزی نام | مترجم | صفحات | قیمت |
|---|---|---|---|---|
| فسانۂ لندن (۱۲ حصے) | مسٹریز آف لنڈن (حصہ اول) | منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری | ۱۶۰۰ | [illegible] |
| " (۵ حصے) | " (حصہ ثانی) | " | ۲۲۳۱ | [illegible] |
| نظارۂ پرستان (۷ حصے) | مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن (آخری حصہ) | " | ۲۲۱۸ | [illegible] |
| خونی تلوار (دو جلدیں) | ھیگر آف گکنکو | " | ۵۵۸ | [illegible] |
| باپ کا قاتل (۲ حصے) | میری پرائس | منشی نعیم الدین صاحب پھپوری | ۵۱۶ | [illegible] |
| شام جوانی (۲ جلدیں) | ینگ ڈچس | منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی | ۱۰۰۰ | [illegible] |
| فریب حسن | فاسٹ | خواجہ اکبر حسین صاحب | ۵۵۰ | [illegible] |
| شام غربت | پوپ جان | میر کرامت اللہ صاحب المونتری | ۲۳۹ | [illegible] |
| سوزش عشق | سیمسٹرس | پنڈت بشیشر ناتھ صاحب بسمل | ۵۲۰ | [illegible] |
| عمر پاشا | عمر | منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم | ۴۸۸ | [illegible] |
| فسانۂ الدین دیلی | لیلی یا سٹار آف منگریلیا | منشی محمد امیر حسن صاحب | ۶۲۰ | [illegible] |
| مارگرٹ | مارگرٹ | منشی گرجا سہائے صاحب بی اے | ۱۴۴ | ۱۲؍ |
| فسانۂ لارنس ورتھ (۲ جلدیں) | رائی ہوس پلاٹ | منشی محمد امیر حسن صاحب | ۱۰۶۶ | [illegible] |
| سپاہی کی دلہن | سولجرس وائف | ڈاکٹر لکشمی پت صاحب عابد | ۱۴۴ | ۱۲؍ |
| روزا لمبرٹ (۲ حصے) | روزا لمبرٹ | منشی بجے نرائن صاحب رسا لکھنوی | ۴۵۶ | [illegible] |
| اسرار | نیکرومنسر | منشی صدیق احمد صاحب | ۴۰۴ | [illegible] |
| دھوکا یا طلسمی فانوس | ماسٹر ٹموتھیز بک کیس | منشی سجاد حسین صاحب مرحوم | ۵۲۴ | [illegible] |
| فساد کا انجام | الفریڈ | منشی امجد حسین خاں صاحب | ۲۱۰ | [illegible] |
| رینالڈس کی کہانیاں (۸ حصے) | متفرق | | ۲۸۵ | [illegible] |
| اسرار حرم | لوز آف دی حرم | منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم | ۲۱۰ | [illegible] |
| ویگنر ولسنیڈا | ویگنر دی ویر وولف | منشی محمد امیر حسن صاحب | ۶۳۴ | [illegible] |
| قدیم لندن کے اسرار (۲ حصے) | اولڈ لندن | ... | ۳۱۲ | [illegible] |
| جیل کی معشوقہ | فشرمین | لالہ دینا ناتھ صاحب | ۵۸ | [illegible] |

لال برادرس، ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

